اللہ کا ذِکر

فضائل، فوائد، برکات، ثمرات

اُردُو ترجمہ

الوابل الصیّب من الکلِم الطیّب

تألیف

إمام ابن القیّم الجوزیّۃ

ترجمہ

مولانا خالد محمود صاحب

دار القلم

لاھور۔ پاکستان

اللہ کا ذِکر

فضائل، فوائد، برکات، ثمرات

اُردو ترجمہ

الوابل الصیّب من الکلم الطیّب

تألیف

إمام ابن القیّم الجوزیّۃ

ترجمہ

مولانا خالد محمود صاحب

دار القلم

لاہور۔ پاکستان

0333-4248644

کتاب: اللہ کا ذکر (ترجمہ) الوابل الصیب من الکلم الطیب

مصنف: امام ابن القیم الجوزیۃ

مترجم: مولانا خالد محمود صاحب، مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور

تعداد: ۱۱۰۰

ناشر: دار القلم ۹۳ علی بلاک اعوان ٹاؤن ملتان روڈ لاہور

ملنے کے پتے

دار القلم 93 علی بلاک اعوان ٹاؤن ملتان روڈ لاہور

- ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور
- مکتبہ سید شہید اردو بازار لاہور
- مکتبہ مجددیہ اردو بازار لاہور
- مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
- مکتبہ الحسن اردو بازار لاہور
- مکتبہ سلطان عالمگیر اردو بازار لاہور

مکتبہ مدنیہ اردو بازار لاہور

1867

فہرست

مضامین	صفحات
حالاتِ مصنفؒ	۷
ذکر اللہ کے فوائد	۱۵
ذکر افضل ترین عمل	۱۷
ذکر کے حلقے حقیقت میں جنت کے باغات ہیں	۱۹
ذکر سے خالی مجلس باعث حسرت ہوگی	۲۰
ذکر زنگِ دل کی دوا ہے	۲۱
کسی کو اپنا پیشوا بنانے سے پہلے دیکھ لو	۲۲
ذکر اللہ کے ثمرات	۲۴
اللہ کا ذکر روح کی غذا ہے	۲۵
ذکر بارگاہِ الٰہی میں یاد آوری کا سبب ہے	۲۶
ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں	۲۷
ذکر آسان ترین عبادت ہے	۲۸
ذکر محبوب ترین عمل ہے	۲۹
ذکر سے غفلت نقصان کا باعث ہے	۳۱
لفظ "ضَنکًا" کی تفسیر	۳۲
نیکی کا اجر اور بدی کی سزا	۳۴
ذکر حیاتِ طیبہ کا سبب ہے	۳۶
یادِ الٰہی راحت وسکون کا ذریعہ ہے	۳۷
عمل کا مدار قلبی کیفیت پر ہے	۳۹
ذکر کا نور ہر موقع پر ساتھ رہتا ہے	۳۹

مضامین	صفحات
آنحضور ﷺ کی جامع دُعا	۴۰
شانِ خداوندی	۴۲
نورِ قلب کی مثال	۴۳
مؤمن کا نور ہر وقت اس کے ساتھ رہے گا	۴۴
قلب کی دو قسمیں	۴۶
آبی اور ناری کا ایک ساتھ ذکر	۴۸
منافقین کی مثال	۵۰
ذکر اللہ کے فضائل	۵۲
ذکر دل کو بیدار رکھتا ہے	۵۳
ذکر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی خصوصی معیت نصیب ہوتی ہے	۵۴
اللہ کا ذکر افضل ترین عبادت ہے	۵۵
ذکر شکر کی جڑ ہے	۵۷
قضائے حاجت کے وقت کس طرح ذکر کرے؟	۵۹
عمل کرنے والوں کی دو قسموں کا ذکر	۶۰
حضرت موسیٰؑ کا پروردگارِ عالم سے مکالمہ	۶۲
ذاکرین عزت واکرام سے نوازے جائیں گے	۶۳
ذکر سے قلبی قساوت دور ہوتی ہے	۶۵

یادِ غفلت کے بُرے نتائج	۶۶
ذکرِ الٰہی فلاح و کامیابی کا ذریعہ ہے	۶۸
ذکر کی مجلس حقیقت میں فرشتوں کی مجلس ہے	۶۹
اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے ذاکرین پر فخر کا اظہار کرتے ہیں	۷۱
تمام اعمال سے اصل مقصود یادِ خداوندی ہے	۷۲
اللہ کا ذکر سب سے افضل عمل ہے	۷۴
ذکر اللہ پر مداومت نفلی عبادات کے قائم مقام ہے	۷۶
ذکر اللہ کی برکات	۷۸
ایک کلمہ کی برکت سے فرشتوں نے عرش کو اُٹھالیا	۷۹
اس کلمہ کی خاص تاثیرات	۸۰
ذکر کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ تصدیق کرتے ہیں	۸۱
ذکر سے جنت کے اندر محل تعمیر ہوتا ہے	۸۲
ذکر سے جنت کے اندر درخت لگتے ہیں	۸۳
ذکر، جہنم سے آڑ کا سبب ہے	۸۴
زمین بھی ذاکر کے وجود پر فخر کرتی ہے	۸۵
ذکر کی کثرت نفاق سے برأت کی سند ہے	۸۵
ذکر میں ایک خاص لذت موجود ہے	۸۶
زمین کی خبریں کیا ہیں؟	۸۷
نیک اعمال آخرت میں کام آئیں گے	۸۸
شیطان کے اثرات سے بچنے کے لیے مفید کلمات	۹۲
آیت الکرسی کی خاصیت	۹۳
شیطان سے حفاظت کے لیے چند دعائیں	۹۴
شیطان کے شر سے بچاؤ کے لیے ایک دعا	۹۵
بستر پر لیٹتے وقت یہ کلمات پڑھے	۹۷
جنات کے اثرات سے بچاؤ کے لیے دعا	۹۹
ذکر کی اقسام	۱۰۱
ذکر دعا سے افضل ہے	۱۰۵
ذکر کو قبولیت دُعا میں بڑا دخل ہے	۱۰۶
قرآن کی تلاوت کرنا ذکر سے افضل ہے	۱۰۹
ہر چیز کو اس کے موقع و محل میں رکھنا چاہیے	۱۱۰

عرضِ مترجم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من
لانبی بعدہ وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

امابعد!

زیرِ نظر کتاب "اللہ کا ذکر" اصل میں امام ابن القیم الجوزیۃ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الوابل الصیب من الکلم الطیب" کے حصۂ ذکر کا اردو ترجمہ ہے۔ آپ تین سو سے زیادہ مفید کتابوں کے مصنف ہیں۔

آپ بہت سے علوم میں اپنے ہم عصر علماء پر فائق و سابق ہیں، آپ کا اسلوب نگارش عمدہ عبارت، قوت تعبیر اور لفظی معنوی دلالت وعظمت کے اعتبار سے امتیازی شان کا حامل ہے۔ آپ نے "زاد المسیر فی التفسیر" کے نام سے چار جلدوں میں قرآن حکیم کی تفسیر بھی لکھی ہے، مؤلف کی ولادت ماہِ صفر ۶۹۱ھ بمقام دمشق میں ہوئی۔ آپ کی وفات جمعرات شب ۱۳/ رجب المرجب ۷۵۱ھ بوقت اذان عشاء ہوئی۔ اگلے روز جامع اموی میں بعد از نماز ظہر نماز جنازہ ادا کی گئی اور اپنی والدہ مکرمہ کے پہلو باب الصغیر کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ نماز جنازہ میں کثیر تعداد میں لوگ جمع تھے۔

ابن القیم الجوزیۃؒ کی دیگر مفید اور بے مثال تصانیف میں سے ایک نادر اور انتہائی نفع بخش تصنیف "الوابل الصیب من الکلم الطیب" بھی تھی، کتاب چونکہ عربی زبان میں

لکھی گئی تھی جس سے عربی دان حضرات ہی مستفید ہو سکتے تھے اردو خواں طبقہ اس سے محروم تھا اس لیے احقر نے اپنے قابل احترام بزرگ مولانا ممتاز احمد شاہ صاحب کے حکم سے اس کتاب کا عام فہم اور سلیس اردو ترجمہ کر دیا ہے تا کہ عوام الناس بھی اس سے استفادہ کر سکے۔

ترجمہ کے سلسلہ میں صرف ذکر کے حصہ کو زیادہ مفید اور زیادہ ضرورت کے تحت پر منتخب کیا گیا ہے۔ ساری کتاب کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔

سچی بات ہے کہ خود مترجم کو بھی اس کتاب کے ترجمہ کے دوران ذکر اللہ کی اہمیت بلکہ اس پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہوا ہے۔ اس کی مؤلف مرحوم کا اخلاص اور للّٰہیت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ وارفع مقام عطا فرمائے۔ (آمین)

نیز اللہ رب العزت لکھنے والے، پڑھنے والے، چھاپنے والے اور تمام کارکنان کو دنیا و آخرت میں اجر جزیل عطا فرمائے اور ناشر کی اس کتاب کو بھی دیگر مطبوعات کی طرح مقبول عام و خاص بنائے اور آخرت میں ذریعہ نجات بنائے اور تمام قارئین کو اس سے خوب استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

بندہ محتاج دُعا

ابوالحسان خالد محمود

☆ فاضل و مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور

☆ نائب الرئیس لجنۃ المصنفین لاہور

۲۰/۵/۲۰۰۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حالاتِ مصنفؒ

اسم، لقب اور نسبت:

آپ کا اسم گرامی محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد بن حریز الزرعی (دمشق کے علاقہ "زرعہ" کی نسبت سے) الدمشقی، لقب شمس الدین اور کنیت ابوعبداللہ ہے، آپؒ ابن قیم الجوزیہ کے نام سے معروف ہیں، یہ الجوزیہ ایک مدرسہ ہے جس کے سربراہ ان کے والد گرامی تھے۔

ولادت وتربیت:

آپؒ کی ولادت ماہ صفر ۶۹۱ھ بمقام دمشق ہوئی، اور تربیت وپرورش علم وفضل میں معروف ومشہور خاندان میں ہوئی، چنانچہ آپؒ نے چھ سال یا سات سال کی عمر میں علم کی تحصیل شروع کر دی، اور مختلف علوم وفنون کو حاصل کرنے پر توجہ دینا شروع کر دی۔ چنانچہ بہت سے علوم وفنون میں مہارت تامہ حاصل کی، خصوصاً علم تفسیر، علم حدیث، علم اصول تفسیر اور علم اصول حدیث میں کامل دسترس حاصل کی، حتی کہ آپؒ افادہ وتدریس کے اعلیٰ مقام ومرتبہ پر فائز ہوئے اور منصب افتاء وامامت کے اہل ہوئے، صدریہ میں تدریس اور جوزیہ میں ایک مدت تک امامت کی۔

شیوخ واساتذہ:

امام ابن قیم الجوزیہؒ نے علمِ عربیت مجد الدین ابوبکر بن محمد المرسی التونسی (المتوفی ۷۱۸ھ) اور محمد بن ابو الفتح البعلبکی الحنبلی (المتوفی ۷۰۹ھ) سے پڑھا، علم الفرائض اپنے والدِ گرامی سے خصوصیت سے حاصل کیا، علم فقہ مجد الدین اسماعیل الحرانی (المتوفی ۷۲۹ھ) اور تقی الدین احمد بن عبدالحلیم ابوالعباس بن تیمیہ الحنبلی (المتوفی ۷۲۸ھ) سے حاصل کیا، اور علم الاصول شیخ ابن تیمیہؒ اور صفی الدین محمد بن عبدالرحیم الھندی الشافعی (المتوفی ۷۱۵ھ) سے حاصل کیا، علم حدیث جن شیوخِ کرام سے حاصل کیا ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱۔ علی زین الدین ابراہیم بن محمد ابونصر بن الشیرازی الشافعی (المتوفی ۷۱۴ھ)

۲۔ صدر الدین اسماعیل بن یوسف بن مکتوم السریدی الدمشقی (المتوفی ۷۱۶ھ)

۳۔ ابوبکر بن احمد بن عبدالدائم النابلسی (المتوفی ۷۱۸ھ)

۴۔ تقی الدین، سلیمان بن حمزہ ابوالفضل المقدسی (المتوفی ۷۱۵ھ)

۵۔ عیسیٰ بن عبدالرحمٰن الصالحی الحنبلی المعروف بہ المطعم (المتوفی ۷۱۷ھ)

۶۔ امِ محمد فاطمہ بنتِ ابراہیم بن جوھر البطائحی (المتوفی ۷۱۱ھ)

جب شیخ تقی الدین بن تیمیہ دیارِ مصر سے ۷۱۲ھ میں واپس لوٹے تو آپ نے ان کے ساتھ علمی وابستگی تاحیات قائم کرلی اور ان سے علمِ کثیر حاصل کیا، دیگر مشاغل بھی جاری رہے، چنانچہ امام ابن قیمؒ لیل ونہار کی کثرت طلب کے ساتھ ساتھ فنونِ کثیرہ میں یکتائے روزگار بنے۔

شاگرد:

بعض تلامذہ کرام کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۱۔ آپؒ کے بیٹے عبداللہ

۲۔ حافظ ابن کثیرؒ، صاحب البدایہ والنھایہ، وتفسیر القرآن العظیم

۳۔ حافظ ابن رجب الحنبلیؒ

۴۔ ابن عبدالھادیؒ

۵۔ شمس الدین محمد بن عبدالقادر النابلسیؒ

عبادت وعادات:

حافظ ابن کثیرؒ ''البدایہ والنھایہ'' میں رقمطراز ہیں۔'' آپؒ خوش اخلاق، خوش الحان اور بہت محبت وتعلق والے تھے۔ کسی سے حسد نہیں رکھتے تھے، نہ اذیت دیتے نہ کینہ وبغض رکھتے اور نہ ہی عیب جوئی کرتے، میں نے ان کی سب سے زیادہ صحبت اٹھائی ہے، اور میں ان سے سب سے زیادہ محبت وتعلق رکھنے والا ہوں، میرے علم کے مطابق اس جہاں میں ان سے بڑھ کر کوئی عبادت گزار نہیں، نماز میں ایک خاص طریقہ ہوتا، نماز کو بہت طویل کرتے، رکوع اور سجدہ میں دیر لگاتے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے، خیر واخلاقِ حسنہ ان پر غالب تھے۔''

طور وطریق اور عقیدہ:

ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ تعالیٰ پاک صاف عقیدہ کے مالک تھے۔ آپؒ عقیدہ کے ابواب ومفردات کو کتاب وسنت کے علم سے ڈھونڈتے اور جانچتے تھے۔ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کو بھی سامنے رکھتے اور اس کے علاوہ آپؒ

فلاسفہ اور متکلمین کے منہج وطرز سے بھی واقف تھے۔ آپ کا اعتقاد تھا کہ حق صرف نصوص کی اتباع اور التزام میں ہے۔ آپؒ کسی قسم کی تاویل، تعطیل اور تشبیہ وتمثیل کے روادار نہ تھے۔ آپؒ گمراہ اور بدعت پسند فرقوں کے دشمن تھے۔ آپؒ اپنے ادلہ کے انوار سے ان فرقوں کی خواہشات کی ظلمت کی تصویب واصلاح کرتے تھے۔ ان کے بطلان وضلالت کا کشف واظہار کرتے تھے، آپؒ انسانی عقول کو بیدار کرنے، ان کی طلبِ دلیل وحجت پر حوصلہ افزائی کرنے اور نفوس کو مذموم عصبیت اور قابل نفرت خواہشات سے دور رکھنے کے داعی تھے، آپؒ کے منہج میں یہ تھا کہ آپؒ قرآن وسنت پر کسی چیز کو مقدم نہیں سمجھتے تھے، اور نہ ہی کسی کے اقوال کو اقوالِ صحابہؓ کے برابر ومساوی سمجھتے تھے، جب کسی مسئلہ میں قرآن وسنت اور قولِ صحابیؓ نہ پاتے تو پھر قیاس کی طرف رجوع فرماتے، آپؒ دو متماثل امور میں تفریق کو جائز نہیں قرار دیتے تھے اور نہ ہی دو مختلف الحکم میں جمع کے قائل تھے۔ آپؒ کا خیال یہ تھا کہ یہ ناممکن ہے کہ قیاس صحیح ثابت شدہ نص کے متعارض ہو، امام ابن قیمؒ نے اپنی ساری حیات راہ دعوت میں جہاد کرتے ہوئے، لوگوں کو عقیدۂ خیر القرون اور عشرہ مبشرہ بالجنۃ کی عبادت پر واپس لانے، فرقہ واختلاف کے ترک کرنے اور نزاع واختلاف کو اللہ ورسولؐ کے احکامات کے مطابق حل کرنے میں گزار دی۔ آپؒ کو اپنی دعوت اپنے اصول پر ثابت قدمی اور ہمعصر لوگوں کے خواہشات کے خلاف فتوی دینے کے سبب طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں۔ اور آپ اپنے شیخِ عظیم ابن تیمیہؒ کے ہمراہ ایک قلعہ میں منفرداً قیدوبند کی صعوبتیں اٹھائیں، شیخ کی وفات کے بعد ہی اس صعوبت گاہ سے خلاصی حاصل ہوئی۔

تالیفات:

امام ابن قیمؒ ان ممتاز علماء میں سے ہیں جنہیں تالیف کے میدان میں

1867

حظ وافر نصیب ہوا، ایک بڑی تعداد میں چھوٹی بڑی تصانیف یادگار چھوڑیں، بہت سی کتب خوش خطی سے رقم کیں، آپؒ نے سلف وخلف کی کتب میں سے بہت سی ایسی کارآمد چیزیں جمع کیں جو دوسروں کے لئے ممکن نہ ہوسکیں، آپؒ کی نمایاں تالیفات وتصنیفات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ زاد المعادفی هدی خير العباد (طبع فی الهند ۱۲۹۸ھ وفی مصر ۱۳۲٤ و ۱۳٤۷ھ)

۲۔ حادی الارواح الی بلاد الافراح

۳۔ کتاب الداء والدواء (او) الجواب الكافی لمن سأل عن الدواء الشافی

٤۔ مدارج السالکین بین منازل ایاك نعبدوایاك نستعین (یہ کتاب شیخ الاسلام عبداللہ بن محمد انصاری ھروی کی "منازل السائرین" کی شرح ہے)

٥۔ تحفة الودود فی احكام المولود

٦۔ الروح (برھان الدین بقاعی نے اس کا "سر الروح" کے نام سے اختصار کیا ہے)

۷۔ عدة الصابرين وذخيرة الشاكرين ۸۔ بدائع الفوائد

۹۔ طريق الهجرتين وباب السعادتين

۱۰۔ مفتاح دارالسعادة ومنشورولاية العلم والارادة

۱۱۔ الصواعق المنزلة على الجهمية والمعطلة

۱۲۔أعلام الموقعين عن رب العالمين

۱۳۔امثال القرآن ۱٤۔اغاثة اللهفان فی حكم طلاق الغضبان

۱۵۔أغاثة اللهفان فی مصائدالشيطان

١٦ـالتبيان فى أقسام القرآن

١٧ـالتحريرفيما يحل ويحرم من لباس الحرير

١٨ـبطلان الكيمياء من اربعين وجهاً

١٩ـالرسالة الجليةفى الطريقة المحمدية

٢٠ـروضة المحبين ونزهة المشتاقين

٢١ـزاد المسافرين الى منازل السعدآء فى هدى خاتم الانبياء

٢٢ـحرمة السماع

٢٣ـحكم تارك الصلاة

٢٤ـجوابات عابدى الصلبان وأن ماهم عليه دين الشيطان

٢٥ـجلاء الافهام فى ذكر الصلاة والسلام على خيرالانام

٢٦ـتفسير المعوذتين

٢٧ـتفسير الفاتحة

٢٨ـتفضيل مكة على المدينة

٢٩ـالصراط المستقيم فى احكام اهل الجحيم

٣٠ـالطاعون

٣١ـشرح الأسماء الحسنى

٣٢ـشفاء العليل فى القضاء والقدروالحكمة والتعليل

٣٣ـالسنة والبدعة

٣٤ـالصبر والسكن

٣٥ـالفوائد المشوق الى علوم القرآن وعلم البيان("كشف الظنون" مں

"الایجاز" نام سے ان کی ایک کتاب مذکور ہے غالباً یہ وہی ہے)

۳۶۔المہدی

۳۷۔الکلم الطیب والعمل الصالح

۳۸۔الکبائر

۳۹۔معانی الادوات والحروف

۴۰۔نور المؤمن وحیاته

وفات:

ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے جمعرات کی شب ۱۳ رجب المرجب ۷۵۱ھ بوقتِ اذان عشاء وفات پائی۔ اگلے روز جامع اموی میں بعداز نماز ظہر نماز جنازہ ادا کی گئی، اور اپنی والدہ مکرمہ کے پہلو میں باب الصغیر کے قبرستان میں مدفون ہوئے، جنازہ میں کثیر تعداد میں لوگ جمع تھے۔ آپ کے جنازہ میں اکابرین وصالحین، عوام وخواص اور ہر طبقہ کے لوگ شریک تھے۔ جنازہ کے اٹھانے کے وقت لوگوں کا ازدحام کثیر تھا، وفات کے وقت عمرِ نفیس ساٹھ سال کی تھی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذکر اللہ کے فوائد

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو، اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی ہو جس کے پیچھے اس کا دشمن لگا ہوا ہو، وہ آدمی جلدی سے کسی محفوظ اور مضبوط قلعہ میں پہنچ کر اپنی جان کو اس دشمن سے محفوظ کر لے، اسی طرح بندہ اپنے دشمن یعنی شیطان سے اپنا بچاؤ اللہ کے ذکر کے بغیر نہیں کر سکتا۔“ اگر کسی بندے میں صرف یہی ایک صفت موجود ہو کہ اس کی زبان پر اللہ تعالیٰ کا ذکر ہمیشہ جاری ہو اور وہ ذکر اللہ کا عادی ہو تو وہ دشمن سے اپنی جان محفوظ کر سکتا ہے کیونکہ دشمن غفلت کے دروازے سے ہی داخل ہوتا ہے وہ بندے کی گھات میں بیٹھا ہوتا ہے کہ کب وہ خدا کے ذکر سے غافل ہو اور وہ اس پر حملہ آور ہو کر اس کا شکار کر لے۔

جب بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو خدا کا دشمن ذلیل و خوار اور بے بس ہو کر رہ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ مکھی یا مچھر کی طرح ہو جاتا ہے، اسی لیے اس کا نام ﴿الوسواس الخناس﴾ [الناس: ٤] ہے ”یعنی جو دلوں میں طرح طرح کے وساوس اور خیالات ڈالتا ہو۔“ لیکن جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو اپنی حرکت سے باز آ جاتا ہے۔ حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شیطان آدمی کے دل کے ساتھ چمٹا رہتا ہے، جب وہ سہو یا غفلت میں مبتلا ہوتا ہے تو شیطان وسوسے ڈالتا ہے پھر جب اللہ کا ذکر کرتا ہے تو دور ہٹ جاتا ہے۔

مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ذکر اللہ سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں جو بندے کو خدا کے عذاب سے زیادہ نجات دلانے والا ہو۔''

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتا دوں جو تمام اعمال میں سب سے بہتر ہو اور تمہارے بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کے ہاں سب سے زیادہ پاکیزہ اور درجات کے اعتبار سے سب سے بلند ہو اور سونا چاندی خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر ہو؟ (بلکہ) اس عمل سے بھی بہتر ہو کہ تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو اور تم ان کی گردنیں اڑاؤ اور وہ تمہاری گردنیں اڑائیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ کیوں نہیں، ضرور بتائیں یا رسول اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عمل اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے۔''

[ترمذی]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے راستہ پر چلے جا رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک پہاڑ کے پاس سے ہوا جس کو جُمدان کہا جاتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چلتے جاؤ، یہ جُمدان (پہاڑ) ہے، مفرّدون آگے نکل گئے۔'' پوچھا گیا کہ مفرّدون سے کون لوگ مراد ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے مراد اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں ہیں۔ [مسلم]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی قوم

ایسی مجلس سے جس میں وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرتی ہو نہیں اٹھتی مگر وہ ایسی ہے جیسے کسی مردار گدھے کی طرح ہو اور وہ مجلس ان کے لیے حسرت وافسوس کا باعث ہو گی۔" [سنن ابی داؤد]

ترمذی کی روایت میں ہے کہ "جب کوئی قوم کسی مجلس میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے اور نہ ہی اپنے نبی ﷺ پر درود شریف پڑھے تو وہ مجلس (قیامت کے روز) ان کے لیے حسرت کا باعث بنے گی، پھر اگر اللہ چاہے گا تو ان کو عذاب دے گا اور اگر چاہے گا تو ان کو معاف کر دے گا۔"

ذکر افضل ترین عمل

حضرت اغرؓ (مسلم کے والد) کی روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی قوم کہیں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے تو فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور اس پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس قوم کا اپنے مقرب فرشتوں میں ذکر کرتے ہیں۔ [مسلم]

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! خیر کے دروازے بہت زیادہ ہیں اور میں ان سب کو بجا لانے سے قاصر ہوں، اس لیے آپ ﷺ مجھے ایسی چیز بتا دیجئے جس کو میں مضبوطی سے پکڑ لوں، لمبی بات نہ فرمائیں کہ میں بھول جاؤں؟ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: "اسلام کے احکامات تو بہت ہیں، آپ ﷺ مجھے بس ایسی چیز بتا دیں جس کو میں مضبوطی سے پکڑ لوں، کیوں کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔" [ترمذی]

اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا: کہ تیری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہمیشہ تروتازہ رہے۔[ترمذی]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ قیامت کے روز اللہ کے نزدیک کس بندے کا درجہ سب سے اونچا اور برتر ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرتے ہیں عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے شخص سے بھی زیادہ؟[ترمذی]

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، خواہ کفار اور مشرکین کے خلاف تلوار چلاتے ہوئے اس کی تلوار ٹوٹ جائے اور خون سے لت پت ہو جائے پھر بھی ذکر اللہ کا درجہ اس سے افضل ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو اپنے رب کا ذکر نہیں کرتا ان کی مثال زندہ شخص اور مردہ آدمی کی سی ہے۔[بخاری]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں، جب وہ میرا ذکر کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ اپنے دل میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی اپنے جی میں اسے یاد کرتا ہوں، اگر وہ مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اس سے زیادہ بہتر مجلس میں یاد کرتا ہوں، اگر وہ ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں، اگر وہ ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے تو میں دو ہاتھ کی وسعت کے برابر اس کے قریب ہوتا ہوں، اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں دوڑ کر آتا

ہوں۔" [بخاری، مسلم]

ذکر کے حلقے حقیقت میں جنت کے باغات ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ریاض الجنۃ (جنت کے باغات) کے پاس سے گزرو تو میوے چن لیا کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا یا رسول اللہ! ریاض الجنۃ سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔" [ترمذی]

ہی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرا حقیقی بندہ وہ ہے جو دشمن سے مقابلہ کے وقت مجھے یاد کرتا ہے۔

ذاکر اور مجاہد میں سے افضل کون ہے؟ یہ حدیث مبارک اس سلسلہ میں قول فیصل کی حیثیت رکھتی ہے کہ ذکر کرنے والا مجاہد، اس شخص سے افضل ہے جو ذکر کرنے والا تو ہو مگر جہاد نہ کرتا ہو یا مجاہد بھی ہو لیکن غافل ہو، اور جو ذکر کرتا ہو لیکن جہاد نہ کرتا ہو، وہ اللہ کے ذکر سے غافل مجاہد سے افضل ہے، لہٰذا ذاکرین میں سب سے افضل وہ ہے جو مجاہد بھی ہو اور مجاہدین میں سب سے افضل وہ ہے جو ذاکر بھی ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر بھی کرو اور جہاد بھی کرو، دونوں کام کرو تا کہ تم فلاح و کامیابی کے امیدوار ہو سکو۔

ایک اور جگہ پر فرمان باری ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا﴾[الاحزاب: ٤١]

نیز فرمایا:

﴿وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ﴾ [الاحزاب:٣٥]

نیز ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

﴿فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا﴾[البقرہ: ٢٠٠]

ذکر سے خالی مجلس باعث حسرت ہوگی

اب ان آیات میں بھی حکم دیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کثرت کے ساتھ ذکر کرو اس لیے کہ بندہ کو اس کی بہت حاجت ہے اور ایک لمحہ بھی اس کے ذکر سے غافل اور لاپروانہ ہو، کیوں کہ جو لمحہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر گزر گیا اس کا بندے کو ہی خسارہ اٹھانا پڑے گا اور وہ خسارہ ذکر کی حالت میں حاصل شدہ نفع سے کہیں زیادہ ہے۔

کسی عارف باللہ کا قول ہے کہ اگر کوئی بندہ ایک سال تک اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے پھر ایک لمحہ کے لیے اس سے غافل ہو جائے تو حاصل شدہ حصہ کی بہ نسبت مافات حصہ زیادہ ہوگا۔ یعنی غفلت کے لمحہ میں جس خسارے سے دو چار ہوگا وہ خسارہ خدا کی یاد کے لمحات اور اس کے نفع سے زیادہ ہوگا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ذکر کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''اگر کوئی ساعت خدا تعالیٰ کی یاد کے بغیر گزر جائے تو قیامت کے دن انسان اس پر حسرت کرے گا۔''

نیز حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ ''اہل جنت کو اس لمحہ پر

بڑی حسرت ہوگی جو لمحہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر (دنیا میں) گذر گیا ہوگا۔"

حضور اقدس ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کی ہر بات اس کے لیے خسارہ کا باعث ہوگی سوائے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور ذکر اللہ کے۔ [ترمذی]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "تیری موت اس حال میں آجائے کہ تیری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تروتازہ ہو۔"

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کے لیے ایک جلا ہوتی ہے۔ دلوں کی جلا اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہوتی ہے۔

ذکر، زنگِ دل کی دوا ہے

حضرت امام بیہقی رحمہ اللہ نے حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "ہر چیز کو صاف کرنے کا ایک آلہ ہوتا ہے، دلوں کو (زنگ سے) صاف کرنے والی چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، اور ذکر اللہ سے بڑھ کر اور کوئی عمل ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دلانے والا ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟

فرمایا: کہ "ہاں، خواہ تلوار چلاتے چلاتے اس کی تلوار ہی ٹوٹ جائے۔"

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جس طرح پیتل اور چاندی وغیرہ کو زنگ لگتا ہے اسی طرح دل بھی زنگ آلود ہو جاتے ہیں اور اس کی صفائی اللہ کے ذکر سے ہوتی ہے، ذکر اللہ سے دل ایسا ہو جاتا ہے جیسے صاف شفاف آئینہ ہو، لیکن جب انسان ذکر چھوڑ دے تو پھر اسی

طرح وہ زنگ آلود ہونا شروع ہو جاتا ہے، پھر جب ذکر کرتا ہے تو دوبارہ صاف ہو جاتا ہے۔ پھر دل دو طرح سے زنگ آلود ہوتا ہے اور وہ دو چیزیں غفلت اور گناہ ہیں اور اس کی صفائی بھی دو چیزوں سے ہوتی ہے استغفار اور اللہ کا ذکر۔ لہٰذا جو شخص اکثر اوقات میں اللہ کے ذکر سے غافل رہتا ہے اس کے دل کا زنگ بھی اس کے دل پر زیادہ جما ہوگا یعنی زنگِ دل بقدرِ غفلت ہوگا۔ چنانچہ جب دل پر زنگ لگتا ہے تو اشیاء کی صورتیں اور شکلیں اس (دل) میں صحیح طور پر منعکس نہیں ہوتیں۔ وہ باطل کو حق اور حق کو باطل شکل میں دیکھتا ہے، اس لیے کہ جس قدر زنگ بڑھتا جائے گا دل سیاہ ہوتا جائے گا، اشیاء کی حقیقی صورت اس میں منعکس نہیں ہوگی۔ پھر جب زنگ کے اضافہ سے دِل سیاہ و تاریک ہو جاتا ہے تو انسان کے تصورات اور خیالات بھی فاسد ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر وہ حق بات کو قبول نہیں کرتا اور باطل اور بے بنیاد بات سے انکار نہیں کرتا اور یہ قلب کو پیش آنے والی بہت بڑی عقوبت ہے۔

اس کی اصل وجہ غفلت اور خواہشات کی پیروی ہے۔ کیوں کہ یہ دو چیزیں نورِ قلب کو مٹا دینے والی اور نورِ نظر کو ختم کر دینے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا [الکہف: ۲۸]

کسی کو اپنا پیشوا بنانے سے پہلے دیکھ لو

جب کوئی شخص کسی کی پیروی کرنا چاہے تو اسے چاہئے کہ پیشوا کو دیکھ لے کہ وہ اہل ذکر میں سے ہے یا اہل غفلت میں سے؟ وہ خواہشِ نفس کا غلام ہے یا وحی الٰہی کا؟ اگر وہ اہل غفلت میں سے ہو اور وہ خواہشات نفس کا غلام ہے تو اس کی اتباع نہ کرے کیونکہ وہ

اسے ہلاکت کی طرف لے جائے گا۔

آیت متذکرہ بالا میں ''فرطا'' کا ایک معنی ضائع کرنے کا بھی کیا گیا ہے۔یعنی جن امور کا بجالانا اس کے لیے واجب اور ضروری ہے اور جس کے ساتھ اس کی فلاح و کامیابی وابستہ ہے ان امور میں وہ ضیاع اور زیاں کا شکار ہے اور ایک معنی اسراف کا کیا گیا ہے، یعنی وہ اسراف کا شکار ہو، اعتدال کی حد سے تجاوز کرنے والا ہو۔

نیز ''فرطا'' کا ایک معنی ہلاکت کا بھی کیا گیا ہے، نیز اس کا معنی حق کی خلاف ورزی بھی کیا گیا ہے۔یہ تمام اقوال معنی کے اعتبار سے ایک دوسرے کے قریب ہیں۔

اصل مقصود یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان تمام مذکورہ باتوں سے منع فرمایا ہے۔پس انسان کو چاہیے کہ اپنے شیخ، مقتدا اور پیشوا کا جائزہ لے، اگر اس میں مذکورہ باتیں پائی جائیں تو اس کو اپنا پیشوا نہ بنائے بلکہ اس سے دور رہے اور اگر وہ ایسا شخص ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور سنت کی اتباع غالب درجہ میں موجود ہے اور وہ اپنے امور میں سنجیدہ اور مستقل مزاج بھی ہو تو اس کے دامن سے وابستہ ہو جائے اور ذکر سے ہی زندہ اور مردہ کے درمیان فرق اور امتیاز کیا جا سکتا ہے، کیونکہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ اپنے رب کا ذکر کرنے والا زندہ کی مثل ہے اور اپنے رب کا ذکر نہ کرنے والا مردہ کی مثل ہے۔

نیز المسند میں مرفوع روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرو، حتیٰ کہ کہا جائے کہ یہ دیوانہ ہے۔

ذکر اللہ کے ثمرات

ذکر اللہ کے سو سے زیادہ ثمرات ہیں: ذکر اللہ سے شیطان دور بھاگتا ہے اور اس کی قوت ٹوٹتی ہے۔ اللہ جل شانہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ دل سے فکر وغم دور ہوتا ہے، دل میں فرحت وسرور اور انبساط پیدا ہوتا ہے۔ اللہ کا ذکر بدن کو اور دل کو قوت بخشتا ہے۔ چہرہ اور دل کو منور کرتا ہے۔ رزق کو کھینچتا ہے، ذکر کرنے والے کو ہیبت وحلاوت کا لباس پہناتا ہے یعنی دیکھنے والے اس سے مرعوب ہوتے ہیں اور اس کے دیدار سے حلاوت محسوس کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرتا ہے جو محبت اسلام کی روح اور دین کا مرکز ہے اور اسی پر سعادت ونجات کا مدار ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک سبب بنایا ہے اور محبت کا سبب ذکر کے دوام کو بنایا ہے لہٰذا جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اسے اللہ کی محبت حاصل ہو تو اس کو چاہئے کہ اس کے ذکر کی کثرت کرے جیسا کہ پڑھنا، تکرار کرنا، علم کا دروازہ ہے، اسی طرح اللہ کا ذکر اس کی محبت کا دروازہ ہے، اللہ کے ذکر سے مراقبہ نصیب ہوتا ہے جو اس کو مرتبہ احسان تک پہنچا دیتا ہے۔ یہی وہ مرتبہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی نصیب ہوتی ہے جیسے وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہو، ذکر سے غافل شخص مرتبہ احسان کو نہیں پا سکتا، جیسے بیٹھ رہنے والا شخص گھر نہیں پہنچ سکتا۔ نیز اللہ کا ذکر اللہ کی طرف رجوع پیدا کرتا ہے۔ جس سے رفتہ رفتہ یہ نوبت آ جاتی ہے کہ ہر چیز میں اللہ جل شانہ اس

کی جائے پناہ، ماوٰی اور ملجاء بن جاتے ہیں اور ہر مصیبت میں اسی کی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔ اللہ کے ذکر سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور جتنا ذکر میں اضافہ ہوتا ہے اتنا ہی قرب خداوندی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور جس قدر ذکر سے غفلت ہوتی ہے اسی قدر اللہ سے دوری ہوتی جاتی ہے۔ اللہ کا ذکر دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وہیبت پیدا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیفیت حضوری پیدا کرتا ہے جب کہ غافل کو یہ کیفیت حاصل نہیں ہوتی۔ اس سے اللہ کی معرفت کا دروازہ کھلتا ہے۔ اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں یادآوری کا سبب ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے

﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ﴾ [البقرہ: ۱۵۲]

اگر ذکر کی اس کے سوا اور کوئی فضیلت نہ ہوتی تو شرافت اور کرامت کے اعتبار سے یہی ایک فضیلت کافی تھی اور حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے میں اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جو مجھے مجمع میں یاد کرتا ہے میں اس کو اس سے زیادہ بہتر مجمع میں یاد کرتا ہوں۔" اللہ کا ذکر دل کو زندہ کرتا ہے۔

اللہ کا ذکر روح کی غذا ہے

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ "اللہ کا ذکر دل کے لیے ایسا ہے جیسے مچھلی کے لیے پانی۔" غور کرو کہ بغیر پانی کے مچھلی کا کیا حال ہوتا ہے؟ اللہ کا ذکر، دل اور روح کی غذا اور خوراک ہے۔ اگر ان دونوں کو اپنی غذا نہ ملے تو یہ ایسا ہے جیسے بدن کو اس کی خوراک نہ ملے۔ میں ایک دن شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ نماز فجر کے بعد اللہ کے ذکر کے لیے بیٹھ گئے یہاں تک کہ نصف دن گزر

گیا، پھر میری طرف التفات فرمایا اور فرمایا کہ یہی میری غذا ہے اگر یہ غذا حاصل نہ ہو تو میری قوت ختم ہو جائے۔

ایک مرتبہ مجھے فرمایا کہ میں کبھی اس لیے ذکر موقوف کر دیتا ہوں تاکہ نفس کو آرام ملے اور پھر دوبارہ ذکر کے لیے تیار ہو سکوں۔

اللہ کا ذکر دل کو زنگ سے صاف کرتا ہے جیسا کہ حدیث مبارک میں بھی آیا ہے کہ ہر چیز پر اس کے مناسب میل کچیل اور زنگ ہوتا ہے۔ دل کا میل اور زنگ غفلت اور خواہشات ہیں۔ اس کی صفائی اللہ کے ذکر، توبہ اور استغفار سے ہوتی ہے۔ اللہ کا ذکر لغزشوں اور خطاؤں کو دور کرتا ہے، کیونکہ اللہ کا ذکر بہت عظیم نیکی ہے۔

اور وعدہ ہے کہ نیکیاں، برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔ بندہ کو اللہ جل شانہ، سے جو وحشت ہو جاتی ہے اس وحشت کو اللہ کا ذکر دور کرتا ہے جب کہ غافل آدمی کے دل پر اللہ کی طرف سے ایک وحشت رہتی ہے جو ذکر کی برکت سے ہی دور ہوتی ہے۔

ذکر، بارگاہِ الٰہی میں یاد آوری کا سبب ہے

پھر بندہ جو اذکار کرتا ہے وہ عرش کے چاروں طرف بندہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔

جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے المسند میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتے ہیں یعنی لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر اور الحمد للہ پڑھتے ہیں تو یہ کلمات عرش کے چاروں طرف چکر لاتے ہیں کہ ان کے لیے ہلکی سی آواز ہوتی ہے جیسے شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ ہو اور اپنے پڑھنے والے کا تذکرہ کرتے ہیں، کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ کوئی تمہارا تذکرہ کرنے والا اللہ کے پاس موجود ہو جو تمہارا ذکر خیر کرتا رہے۔ جو شخص راحت کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اللہ جل شانہٗ مصیبت کے وقت اس کو

یاد کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار اور ذکر کرنے والا بندہ جب کسی مصیبت سے دوچار ہوتا ہے یا اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات کا سوال کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ اے پروردگار! یہ معروف آواز ہے جو معروف (شناسا) بندے سے آ رہی ہے اور جب خدا کی یاد سے غافل آدمی دعا یا سوال کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ یہ کوئی منکر سی آواز ہے جو منکر (اجنبی) آدمی سے آ رہی ہے۔ نیز ذکر، اللہ کے عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے، جیسا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ذکر سے بڑھ کر آدمی کا کوئی عمل ایسا نہیں جو اسے عذاب الٰہی سے زیادہ نجات دلانے والا ہو۔

اللہ کا ذکر نزول سکینہ و رحمت کا سبب ہے، فرشتے ذکر کرنے والے کو گھیر لیتے ہیں جیسا کہ احادیث میں آتا ہے، ذکر کی برکت سے زبان، غیبت، چغلخوری، جھوٹ، بدگوئی اور لغوگوئی سے محفوظ رہتی ہے، چنانچہ تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ جس شخص کی زبان اللہ کے ذکر کی عادی ہو جاتی ہے وہ ان چیزوں سے عموماً محفوظ رہتا ہے اور جس کی زبان اس کی عادی نہیں ہوتی وہ ہر نوع کی لغویات میں مبتلا رہتا ہے۔

ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں

نیز ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں اور لغویات اور غفلت کی مجلسیں شیطان کی مجلسیں ہیں، اب آدمی کو اختیار ہے کہ جس قسم کی مجلسوں کو چاہے پسند کرے اور ہر شخص اسی مجلس کو پسند کرتا ہے جس سے مناسبت رکھتا ہے، ذکر کی وجہ سے ذکر کرنے والا بھی سعید اور نیک بخت ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والا شخص بھی نیک بخت ہوتا ہے اور غفلت یا لغویات میں مبتلا ہونے والا شخص خود بھی بدبخت اور بدنصیب ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والا شخص بھی بدبخت ہوتا ہے، ذکر کی برکت سے بندہ قیامت کے دن

حسرت سے محفوظ رہتا ہے اس لیے کہ حدیث مبارک میں آیا ہے کہ ہر وہ مجلس جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہوگی۔

پھر ذکر کے ساتھ اگر تنہائی میں رونا بھی نصیب ہو جائے تو قیامت کے دن کی تپش اور گرمی میں جب کہ ہر شخص میدانِ حشر میں بلبلا رہا ہوگا یہ عرش الٰہی کے سایہ میں ہوگا، اور ذکر میں مشغول رہنے والوں کو ان سب چیزوں سے زیادہ ملتا ہے جو چیزیں دعائیں مانگنے والوں کو ملتی ہیں، جیسا کہ حدیث مبارک میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جس شخص کو میرے ذکر نے دعا سے روک دیا اس کو میں دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ افضل عطا کروں گا۔ [بخاری، ترمذی]

ذکر آسان ترین عبادت ہے

اور یہ ذکر سہل ترین عبادت ہونے کے باوجود تمام عبادتوں سے افضل ہے۔ اس لیے کہ زبان کو حرکت دینا بدن کے دوسرے تمام اعضاء کو حرکت دینے سے زیادہ سہل ہے۔ اگر انسان کا کوئی دوسرا عضو دن و رات اس قدر حرکت کرے جس قدر زبان کا عضو حرکت کرتا ہے تو وہ انتہائی مشقت میں مبتلا ہوگا بلکہ اس کے لیے ایسا کرنا ناممکن ہوگا۔

اللہ کا ذکر جنت کے پودے ہیں جیسا کہ جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات میری ملاقات حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے ہوئی انہوں نے فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی امت کو میرا سلام کہنا اور ان کو یہ بتانا کہ جنت کی مٹی بڑی پاکیزہ ہے، اس کا پانی بڑا شیریں ہے اور جنت ایک چٹیل میدان ہے اور اس کے پودے سبحان اللہ، الحمد للہ، اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر ہیں۔

نیز ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص یہ کلمات پڑھے: سبحان اللہ وبحمدہ تو جنت میں اس کے لیے کھجور کا ایک درخت لگا دیا جاتا ہے۔

جس قدر انعام اور بخشش کا وعدہ اس (ذکر) پر ہے اس قدر کسی اور عمل پر نہیں ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دن میں سو مرتبہ یہ پڑھے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

تو اس کے لیے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھا جاتا ہے اور سو نیکیاں اس کے لیے لکھی جاتی ہیں اور اس کی سو برائیاں معاف کر دی جاتی ہیں اور وہ شام تک شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور دوسرا کوئی شخص اس سے افضل نہیں ہوتا مگر وہ شخص جو اس سے زیادہ عمل کرے۔[بخاری، مسلم]

اسی طرح ارشاد ہے کہ جو شخص دن میں سو مرتبہ یہ پڑھے:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ۔

تو اس کی تمام خطائیں معاف کر دی جاتی ہیں خواہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔[بخاری]

ذکر محبوب ترین عمل ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کلمات کہنا:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔

مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج طلوع ہو۔[مسلم]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص صبح وشام یہ پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَصْبَحْتُ اُشْھِدُكَ وَاُشْھِدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ وَمَلَآئِكَتَكَ وَجَمِيْعَ خَلْقِكَ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ۔

تو اللہ تعالیٰ اس کے چوتھائی حصہ کو جہنم سے آزاد کر دیتے ہیں اور جو یہ کلمات دو مرتبہ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے نصف حصہ کو جہنم سے آزاد کر دیتے ہیں اور جو یہ کلمات تین مرتبہ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے تین چوتھائی حصہ کو جہنم سے آزاد کر دیتے ہیں۔

اور جو شخص یہ کلمات چار مرتبہ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو (کلی طور پر) جہنم سے آزاد کر دیتے ہیں۔[ترمذی]

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص صبح وشام یہ کلمات پڑھتا ہے:

رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُوْلًا۔

تو اللہ تعالیٰ اپنے ذمہ لے لیتے ہیں کہ اس کو راضی کریں۔[ترمذی]

جو شخص بازار میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

قَدِیْرٌ۔

تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس لاکھ نیکیاں لکھ دیتے ہیں اور دس لاکھ برائیاں مٹا دیتے ہیں اور دس لاکھ درجات بلند کر دیتے ہیں۔[ترمذی]

ذکر سے غفلت نقصان کا باعث ہے،

دوام ذکر کی بدولت اپنے نفس کو بھولنے سے امن نصیب ہوتا ہے جو (نسیان) دارین کی شقاوت کا سبب ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد کو بھلا دینا خود اپنے نفس کو بھلا دینے کا سبب ہوتا ہے اور اپنے نفس کو بھلا دینا تمام مصلحتوں کے بھلا دینے کا سبب ہے، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ [الحشر: ۱۹]

یعنی تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو، جنہوں نے اللہ سے بے پروائی کی پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی جانوں سے بے پروا کر دیا، یہی لوگ فاسق ہیں۔"

جب آدمی اپنے نفس کو بھلا دیتا ہے تو اس کی مصلحتوں سے غافل ہو جاتا ہے اور یہ ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے، جیسا کہ کسی شخص کا باغ یا کھیت ہو اور وہ اس کو بھول جائے اس کی خبر گیری نہ کرے تو لامحالہ وہ برباد ہو جائے گا۔ اس سے امن جب ہی ممکن ہے جب اللہ کے ذکر سے زبان کو ہر وقت تر و تازہ رکھے اور ذکر اس کو ایسا محبوب ہو جائے جیسے پیاس کی شدت کے وقت پانی، بھوک کی بیتابی کے وقت کھانا اور سخت سردی اور سخت گرمی کے وقت لباس اور مکان، بلکہ اللہ کا ذکر اس سے زیادہ کا مستحق ہے اس لیے کہ ان اشیاء کے نہ ہونے سے بدن کی ہلاکت ہے جو روح کی اور قلب کی ہلاکت کی بہ نسبت

کچھ بھی نہیں ہے اور اگر دوام ذکر کا صرف یہی ایک فائدہ ہوتا اور دوسرے فوائد کثیرہ نہ ہوتے تو یہی ایک فائدہ کافی تھا اور شرافت و کرامت کے اعتبار سے کچھ کم نہ تھا۔ کیونکہ جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کی یاد سے بے پروائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی دنیا و آخرت میں اس کو بھلا دیتا ہے اور عذاب میں گرفتار کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا ۝ قَالَ كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا ۖ وَكَذَٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَىٰ۔

[طه: ۱۲۴، ۱۲۶]

ذکر الٰہی سے اعراض کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اس کی نازل کردہ کتاب اس کے اوامر و نواہی اور اس ذات کے اسماء و صفات اور اس کی بیش بہا نعمتوں کو فراموش کر دے کیونکہ جب خدا تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوگا تو مذکورہ تمام امور سے لازمی طور پر غافل ہوگا۔

لفظ ''ضَنْكًا'' کی تفسیر

آیت ہذا میں ''ذکـــــر'' مصدر ہے جو اپنے معمول مذکور کی طرف مضاف ہے، مطلب یہ ہوگا کہ جو شخص کتاب اللہ سے بایں صورت اعراض کرے کہ اس کی تلاوت نہ کرے اس میں تدبر نہ کرے اور اس پر عمل نہ کرے اس کے معانی کو نہ سمجھے تو اس کی زندگی اس کے لیے تنگ اور تکلیف دہ ہوگی۔ لفظ ''ضَنْكًا'' کا معنی بلاء و شدت اور تنگی و سختی کا ہوتا ہے۔ بعضوں نے اس کی تفسیر عذاب برزخ سے کی ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ برزخی زندگی کے ساتھ دنیاوی زندگی کو بھی یہ امر شامل ہے، یعنی دونوں جہانوں میں تنگی

سے دوچار ہوگا اور پھر عالم آخرت میں عذاب میں ڈال کر بھلا دیا جائے گا۔ جب کہ اہل سعادت و فلاح کا معاملہ اس کے برعکس ہے ان کی حیات دنیوی و برزخی بڑی عمدہ و خوشگوار ہوتی ہے اور پھر آخرت میں بھی افضل و اعلیٰ اجر و ثواب سے نوازے جائیں گے۔

ارشاد خداوندی ہے:

﴿مَنْ عَمِلَ صٰلِحًا مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً﴾ [النحل: ۹۷]

"جو شخص خواہ مرد ہو یا عورت، نیک اعمال بجالائے گا اور وہ مؤمن بھی ہو تو ہم اس کو پاکیزہ زندگی دیں گے۔"

اب یہ حیات طیبہ اسے دنیا میں حاصل ہوگی۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [النحل: ۹۶]

"ہم صبر کرنے والوں کو ان کے اعمال کا اچھا بدلہ دیں گے۔"

اور یہ جزا اور بدلہ دنیا اور برزخ دونوں میں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ [النحل: ۴۱]

نیز فرمایا:

﴿وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَتَاعًا حَسَنًا اِلٰى اَجَلٍ مُسَمًّى﴾ اس کا تعلق دنیا سے ہے اور

﴿وَيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ﴾ [هود: ۳] کا تعلق آخرت سے ہے۔

اسی طرح ارشاد ہے:

﴿قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ [الزمر: ۱۰]

''آپ ﷺ مومنوں سے کہہ دیجئے کہ تم اپنے رب سے ڈرو، جن لوگوں نے اس دنیا میں اچھے کام کیے ان کے لیے اچھائی ہے اور اللہ کی زمین کشادہ ہے، صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب پورا پورا دیا جائے گا۔''

نیکی کا اجر اور بدی کی سزا

یہ چار مواقع ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ذکر کی ہے کہ وہ نیکو کاروں کو دو جزائیں دے گا ایک جزا دنیا میں اور دوسری جزا آخرت میں۔ چنانچہ اچھے عمل کا جلدی بدلہ ضرور ملتا ہے اور برائی کا بدلہ بھی خواہ دیر سے ہو ضرور ملتا ہے۔ اگر نیکو کار کو اپنی نیکی پر صرف یہ بدلہ دیا جاتا کہ اس کا سینہ کھل جائے، دل میں وسعت پیدا ہو جائے سرور و خوشی حاصل ہو جائے، رب تعالیٰ کے ذکر و اطاعت سے لذت قلبی حاصل ہو، اس کی محبت سے اس کی روح خوش ہو جائے تو یہ فرحت و خوشی اس آدمی کی خوشی سے یقیناً زیادہ ہوتی جو کسی بادشاہ کا مقرب ہو اور اسے اپنے بادشاہ کے تقرب پر خوشی حاصل ہو، اسی طرح جو بدلہ برائی کرنے والوں کو دیا جاتا ہے کہ اس کا سینہ تنگ ہو جاتا ہے، دل میں قساوت پیدا ہو جاتی ہے، رنج و غم اور خوف و وحشت اور دل میں ظلمت و تاریکی پیدا ہو جاتی ہے تو ادنیٰ حس و حرکت رکھنے والا شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ یہ غموم و ہموم اور آفات و مشکلات

دنیاوی عذاب اور دنیا کی آگ اور جہنم ہیں۔ اس کے بالمقابل رجوع الی اللہ، رضائے الٰہی کا حصول، دل کا محبت الٰہیہ سے لبریز ہونا اور زبان کا اس کے ذکر سے تروتازہ رہنا اور اس کی معرفت سے سرور وخوشی کا ملنا اس کے لیے ثواب عاجل اور ایسی جنت وعیش ہے کہ بڑے بڑے بادشاہوں کو اس کا عشر عشیر بھی حاصل نہیں ہے۔

میں نے اپنے شیخ امام ابن تیمیہ قدس اللہ روحہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ دنیا کی بھی ایک جنت ہے جو اس میں داخل نہیں ہوا وہ آخرت کی جنت میں بھی داخل نہ ہوگا۔ ایک مرتبہ مجھ سے فرمانے لگے کہ یہ میرے دشمن میرا کیا بگاڑ لیں گے؟ میرے دل میں میری جنت ہے، اگر میں انتقال کر گیا تو وہ جنت میرے ساتھ ہے، مجھ سے جدا نہیں ہوگی، کیونکہ مجھے قید کرنا، خلوت اور مجھے قتل کرنا، شہادت اور جلاوطن کرنا، سیاحت ہے۔

جن دنوں میرے شیخ قلعہ میں بند تھے ان دنوں فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں سونے سے بھرا ہوا قلعہ بھی خرچ کر دوں تب بھی میرے نزدیک اس نعمت کے شکر کے برابر نہیں ہوسکتا یا فرمایا کہ جس خیر کا یہ لوگ سبب بنے ہیں اس کا بدلہ نہیں دے سکتا۔ آپ قید کی حالت میں بحالت سجدہ یہ دعا پڑھتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ مَا شَاءَ اللّٰهُ.

ایک بار مجھ سے فرمایا کہ اصل محبوس (گرفتار) وہ ہے جس نے اپنا قلب اپنے رب کی یاد سے محبوس کر دیا ہو اور ماسور (قیدی) وہ ہے جس کو اس کی خواہشات نے گرفتار کر رکھا ہو۔

جب انہیں قلعہ میں داخل کیا گیا اور وہ اندر تک گئے اور چہار دیواری پر نظر پڑی تو

یہ آیت پڑھی:

﴿فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُورٍ لَّهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ﴾ [الحدید: ۱۳]

ذکر حیاتِ طیبہ کا سبب ہے

خدا جانتا ہے کہ میں نے اپنے شیخ سے زیادہ کسی کی زندگی کو خوشگوار اور پُرسکون نہیں پایا۔ حالانکہ وہ ظاہری طور پر تنگ و تاریک زندگی بسر کر رہے تھے اور عیش و آرام کے برعکس تکلیف و آلام میں مبتلا تھے، لیکن اس قید و بند کی صعوبتوں کے باوجود ان کی زندگی حیات طیبہ کا مصداق تھی، قلبی انشراح اور باطنی قوت حاصل تھی، چہرہ شگفتہ، بارونق اور تروتازہ تھا۔ جب کہ ہمارا حال یہ ہے کہ جب کسی پریشانی سے دوچار ہوتے ہیں تو طرح طرح کی بدگمانیاں پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور ساری زمین تنگ ہو جاتی ہے۔

جب کہ اس حالت میں ہم جب ان کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور ان کا کلام سنتے ہیں تو ساری مشقتیں، الجھنیں کافور ہو جاتی ہیں اور قلب دوبارہ انشراح، قوت ویقین اور طمانینت کے جذبہ سے سرشار ہو جاتا ہے۔ اللہ کی شان کیا عجیب ہے جو اپنے بعض بندوں کو اپنی ملاقات سے پہلے ہی ان کی جنت دکھا دیتے ہیں اور دنیا میں جنت کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ چنانچہ پھر طلب و مسابقت کے مطابق اس جنت کی پاکیزہ ہوائیں اور خوشبوئیں ان تک پہنچتی رہتی ہیں۔

ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر بادشاہوں اور ان کے صاحبزادوں کو معلوم ہو جائے کہ ہم کس قدر عیش و آرام میں ہیں تو تلواریں لے کر ہم پر حملہ آور ہو جائیں۔

ایک عارف باللہ کہتے ہیں کہ دنیا کے مساکین وہ ہیں جو دنیا سے اس حالت میں

رخصت ہو گئے کہ انہوں نے دنیا کی عمدہ اور پاکیزہ چیز کو چکھا نہیں، کسی نے پوچھا کہ دنیا کی عمدہ اور پاکیزہ چیز کیا ہے؟ فرمایا کہ وہ اللہ کی محبت اور اس کی معرفت اور یاد ہے۔

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ قلب پر ایسے اوقات بھی آتے ہیں جب وہ جھوم کر رقص کرتا ہے۔

ایک اللہ والے کہتے ہیں کہ مجھ پر ایسے اوقات بھی آئے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اگر جنتی اس طرح کے حالات و کیفیات سے محظوظ ہوں تو واقعی وہ عیش و طرب میں ہوں گے۔

یادِ الٰہی راحت و سکون کا ذریعہ ہے

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت و معرفت، اس کی یاد سے اطمینان و سکون اور اسی پر توکل و بھروسہ اور اسی سے خوف و رجاء درحقیقت دنیا کی جنت اور اس کی نعمتیں ہیں جس کے برابر اور کوئی نعمت و آسائش نہیں ہو سکتی۔ یہی چیز اہل محبت کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور اہل معرفت کی حیات و زندگی ہے اور پھر جس قدر محبت الٰہی سے آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہو گی اسی قدر دنیا میں اس کو خوشی و فرحت حاصل ہو گی اور جس کی آنکھیں اس کی محبت سے ٹھنڈی نہ ہوں اس کو خوشی و فرحت کی بجائے دنیا کی حسرتیں حاصل ہوتی ہیں۔ یہ بات زندہ دل شخص سمجھ سکتا ہے اور وہ ہی اس کی تصدیق کرے گا لیکن مردہ دل آدمی کا حال اس کے برعکس ہے وہ تو تجھے وحشت میں ڈالے گا اس لیے تجھے چاہیے کہ اس سے حتی الامکان دور رہے، اگر ایسی ابتلاء پیش آ جائے تو ظاہری طور پر تو اس کے ساتھ رہو لیکن قلبی اور باطنی طو پر اس سے کنارہ کش رہو۔ جاننا چاہیے کہ تجھے وقت کے ضیاع، ارادہ کی کمزوری اور قلبی افتراق اور خدائے برتر سے بُعد و انقطاع پر بہت زیادہ حسرت و

افسوس ہونا چاہئے۔ ایسی صورت میں حتی المقدور اللہ تعالیٰ کی مرضیات پر عمل پیرا ہو کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہئے اور تیری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ دوسرا شخص جو تمہارے عمل میں رکاوٹ کا باعث بن رہا ہے اس کو بھی اپنے ساتھ لے کر چلو، جیسے کوئی شخص چلا جا رہا ہو راستہ میں اس کو کوئی آدمی روک لیتا ہے تو ایسے موقع پر تیری خوب کوشش ہو کہ اُسے بھی اپنے ساتھ سوار کر لے، نہ یہ کہ تم خود اس کا ہم سفر بن جاؤ اور اگر وہ تمہارے ساتھ چلنے سے انکار کرے اور اس کو تمہارے ساتھ سفر کرنے کی کوئی طمع نہ ہو تو اس کے پاس نہ ٹھہرو بلکہ اس کو چھوڑ کر اور اس سے عدم توجہ کر کے اپنی سواری پر سوار ہو کر منزل کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ کیونکہ وہ راہزن ہے، خواہ کوئی بھی ہو، پس تو اپنے قلب کی حفاظت کر اور اپنے شب و روز کو خیال سے گزار، اپنی منزل پر عین وقت پر پہنچ، ایسا نہ ہو کہ تیرے رفقاء تو اپنی منزل پر پہنچ جائیں اور تو گھر میں ہی بیٹھا رہ جائے۔

ذرا غور تو کرو ایسی صورت میں تمہاری اپنے ساتھیوں سے ملاقات کیونکر ہو گی؟

بہر حال! ذکر کے فوائد بیان ہو رہے تھے۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ذکر سے آدمی ترقی کی منازل طے کرتا رہتا ہے اپنے بستر پر بھی، بازار میں بھی، صحت میں بھی اور بیماری میں بھی نعمتوں اور لذتوں کے ساتھ مشغولی میں بھی اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو ہر حال اور ہر وقت ترقی کا سبب بنتی ہو، حتی کہ جس کا دل نور ذکر سے منور ہو جاتا ہے وہ سوتا ہوا بھی غافل شب بیدار سے بڑھ جاتا ہے۔ وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

ایک عبادت گزار آدمی کی حکایت ہے کہ وہ کسی عابد و زاہد شخص کا مہمان بنا تو رات کے وقت وہ مہمان مصلے پر نماز پڑھتا رہا اور وہ آدمی بستر پر سویا رہا۔ جب صبح ہوئی تو مہمان نے اس سے کہا کہ آج قافلہ تجھ پر سبقت لے گیا، اس نے کہا کہ یہ کوئی کمال نہیں

ہے کہ رات بھر سفر کرے اور صبح کے وقت قافلہ سے جا ملے بلکہ باکمال شخص تو وہ ہے جو رات بھر بستر پر سویا رہے اور صبح ہو تو قافلہ سے بھی آگے نکل جائے۔

عمل کا مدار قلبی کیفیت پر ہے

بزرگوں کے ایسے واقعات کا صحیح محمل بھی ہے اور غلط محمل بھی ہے۔ پس جس نے یہ فیصلہ کیا کہ بستر پر لیٹا ہوا اور سویا ہوا شخص اس آدمی سے آگے بڑھ جاتا ہے جو ساری رات عبادت کرتا رہے تو یہ فیصلہ غلط ہے۔ اس کا صحیح محمل یہ ہے کہ وہ شخص جو بظاہر بستر پر لیٹا ہوا ہو لیکن حقیقت میں اس کا قلب اللہ کے ساتھ متعلق ہو اور اس کی قلبی محبت عرش خداوندی سے ملتزم ہو اور اس حال میں رات بسر کرے کہ اس کا دِل عرش الٰہی کا فرشتوں کے ساتھ طواف کرے اور وہ دنیا و مافیہا سے لاتعلق ہو اور کوئی درد، تکلیف شب بیداری میں عارض اور مانع ہو یا اسے کسی دشمن کا خوف ہو جو دشمن اس کی تلاش میں ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور عذر ہو تو ایسا شخص یقیناً اس سے افضل ہے جو بظاہر کھڑا نماز میں مشغول ہے، تلاوت کر رہا ہے لیکن اس کے دل میں دکھاوا، خود پسندی، جاہ و منصب کی محبت ہے اور لوگوں کی ستائش کا خواہش مند ہے۔ یا اس کو کیفیت حضوری حاصل نہیں ہے، ظاہر کہاں ہے اور باطن کہاں؟ ظاہر ہے کہ وہ سویا ہوا شخص ایسے شب بیدار سے کئی مراحل آگے ہے، کیونکہ عمل کا مدار قلوب پر ہے نہ کہ ابدان پر اور اعتبار سکون کا ہے حرکت کا نہیں۔

ذکر کا نور ہر موقع پر ساتھ رہتا ہے

ذکر کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کا نور دنیا میں بھی ساتھ رہتا ہے اور قبر میں بھی ساتھ رہتا ہے اور آخرت میں بھی پل صراط پر آگے آگے رہتا ہے۔ اللہ کے ذکر سے بڑھ

کر اور کوئی ایسی چیز نہیں جس سے قلوب اور قبور روشن ہوتے ہوں۔

ارشاد خداوندی ہے:

﴿اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا﴾ [الانعام: ۱۲۲]

''یعنی ایسا شخص جو پہلے مردہ یعنی گمراہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ یعنی مسلمان بنا دیا اور اس کو ایسا نور دے دیا کہ وہ اس نور کو لیے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے یعنی وہ نور ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے کیا ایسا شخص بدحالی میں اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو گمراہیوں کی تاریکیوں میں گھرا ہو کہ ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا۔''

پس اوّل شخص مؤمن ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی محبت اور اس کی معرفت اور اس کے ذکر سے منور ہے اور دوسرا شخص ان چیزوں سے خالی ہے، یہ نور نہایت مہتم بالشان چیز ہے اور اس میں پوری کی پوری کامیابی ہے اور اس کے فوت ہونے میں پوری کی پوری شقاوت ہے اس لیے نبی کریم ﷺ اس نور کی طلب اور دُعا میں مبالغہ فرمایا کرتے تھے اور اپنے ہر ہر جزو میں نور کو طلب فرمایا کرتے تھے۔ آنحضور ﷺ نے دعا فرمائی کہ حق تعالیٰ شانہٗ آپ کے گوشت میں، ہڈیوں میں، پٹھوں میں، بال میں، کھال میں، کان میں، آنکھ میں، اوپر نیچے، دائیں بائیں، آگے پیچھے نور ہی نور کر دے۔ حتیٰ کہ یہ بھی دُعا فرمائی کہ خود مجھ کو بھی سرتاپا نور بنا دے۔ [بخاری، مسلم]

آنحضور ﷺ کی جامع دُعا

مطلب یہ ہوا کہ آنحضور ﷺ نے پروردگار عالم سے یہ دعا فرمائی کہ وہ ذات

آپ کے تمام ظاہری و باطنی اجزاء کو نور بنا دے اور خود آپ کی ذات کو بھی نور بنا دے۔
پس اللہ تعالیٰ کا دین نور ہے، اس کی کتاب نور ہے، اس کے رسول نور ہیں، اور وہ گھر جو اللہ نے اپنے اولیاء کے لیے تیار کیا ہے وہ بھی جگمگاتا نور ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ خود نور السموات والارض ہیں۔ ان کا ایک نام بھی ''النور'' ہے۔ تاریکیوں کا پردہ بھی اسی کے نور سے ہٹتا اور دور ہوتا ہے۔ طائف کے موقع پر حضور اقدس ﷺ نے یہ دُعا فرمائی کہ:

أَعُوذُ بِنُورِ وَجْهِكَ الَّذِي أَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَ صَلُحَ عَلَيْهِ أَمْرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ أَنْ يَحِلَّ عَلَيَّ غَضَبُكَ أَوْ يَنْزِلَ بِي سَخَطُكَ لَكَ الْعُتْبَى حَتَّى تَرْضَى، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ. [ابن هشام]

''یعنی اے اللہ! میں آپ کی ذات کے نور کے واسطہ سے جس سے ظلمات دور اور دونوں جہاں کے امور درست ہوتے ہیں۔ اس بات سے پناہ پکڑتا ہوں کہ آپ کا غضب مجھ پر نازل ہو یا آپ کی ناراضگی مجھ پر نازل ہو، میں تیری خوشنودی کا طالب ہوں اور نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی طاقت تو ہی دینے والا ہے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ یہ دن و رات تمہارے رب کے ہاں نہیں ہیں۔ زمین و آسمان کا نور اس کی ذات کے نور سے وابستہ ہے۔
اس اثر کے بعض الفاظ یہ ہیں: آسمان کا نور اس کی ذات کے نور کی وجہ سے ہے۔''

عثمان الدارمی رحمہ اللہ نے اس کو ذکر کیا ہے: اللہ تعالیٰ کا بھی ارشاد ہے:

﴿وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا﴾ [الزمر: ٦٩]

''یعنی زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہوگئی۔''

جب اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنے بندوں کے فیصلے کا ارادہ فرمائیں گے تو اس کے نور سے زمین جگمگا اُٹھے گی۔ اس روز زمین کی روشنی سورج کی وجہ سے نہیں ہوگی اور نہ چاند کی وجہ سے کیونکہ اس دن تو سورج اور چاند دونوں بے نور ہو چکے ہوں گے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا حجاب نور ہے۔

شانِ خداوندی

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پانچ باتیں ارشاد فرمائیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بے شک اللہ تعالیٰ سوتا نہیں ہے اور نہ ہی اس کی شایان شان ہے کہ وہ سوئے، البتہ وہ میزان کو پست وبالا کرتا رہتا ہے، اس کی بارگاہ میں رات کے عمل، دن کے عمل سے پیشتر پہنچتے ہیں اور دن کے عمل رات کے عمل سے پیشتر پہنچتے ہیں، اس کا حجاب نور ہے، اگر وہ اس حجاب کو ہٹا دے تو اس کے انوار وتجلیات مخلوق کی حد نگاہ تک کے حصہ کو جلا کر خاکستر کر دے پھر (ابوعبیدہ نے) یہ آیت پڑھی:

﴿أَنْ بُورِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ [النمل: ٨]

[مسلم]

معلوم ہوا کہ اس حجاب کی روشنی ذات الٰہی کے نور سے مستفاد ہے۔ اگر وہ حجاب نہ ہو تو اس کے انوارات وتجلیات سے حد نگاہ تک کی ساری زمین جل کر رہ جائے، یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی ڈالی اور اپنے حجاب کو تھوڑا سا ہٹایا تو وہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا تھا اور اپنے رب کے سامنے ٹھہر نہ سکا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ [الانعام: ۱۰۳] کی جو تفسیر فرمائی ہے اس کا یہی مطلب ہے۔ آپ ؓ نے فرمایا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ معنی اپنی دقیق فطانت اور اعلیٰ ذہانت سے سمجھے، آخر ایسا کیوں نہ ہوتا؟ جب کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کے لیے دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ! ان کو تفسیر کا علم عطا فرما۔ [رواہ البخاری و مسلم والترمذی و ابن ماجہ]

قیامت کے دن اگرچہ پروردگار کا آنکھوں سے دیدار ہوگا لیکن ان آنکھوں کا خداوند کریم کا مکمل طور پر ادراک کر لینا محال ہے جیسے دنیا میں سورج کا کما حقہ دیکھنا مشکل ہوتا ہے۔ اسی لیے حضرت ابن عباس رضے اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سائل کے جواب میں جس نے باری تعالیٰ کے دیدار کے متعلق سوال و اعتراض کیا تھا۔ یہ فرمایا کہ:

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ۔

''کہ نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔''

پھر فرمایا کہ کیا تو آسمان کو نہیں دیکھتا؟ اس نے اثبات میں جواب دیا کہ کیوں نہیں، دیکھتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ کیا تو اس کا ادراک بھی کرتا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو اس سے بھی عظیم تر اور برتر شان والے ہیں۔

نورِ قلب کی مثال

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس نور کی جو بندہ کے دل میں ہو ایسی مثال بیان فرمائی ہے جس کو صاحب علم شخص ہی سمجھ سکتا ہے۔

ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ

الْمِصْبَاحُ فِىْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّىٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِىْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ۔ [النور: ۳۵]

’’اللہ تعالیٰ نور دینے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اس کے نور کی حالت عجیبہ ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے اور اس میں ایک چراغ ہے اور وہ چراغ ایک قندیل میں ہے اور وہ قندیل ایسا ہے جیسے ایک چمکتا ستارہ ہو وہ (چراغ) ایک نہایت مفید درخت (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہے کہ وہ زیتون (کا درخت) ہے جو نہ پورب رُخ ہے اور نہ پچھم رُخ ہے اس کے تیل کو اگر آگ بھی نہ چھوئے تاہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود جل اُٹھے گا (اور جب آگ بھی لگ گئی تو) نور علیٰ نور ہے، اللہ تعالیٰ اپنے نور تک جس کو چاہتا ہے راہ دے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔‘‘

مؤمن کا نور ہر وقت اس کے ساتھ رہے گا

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسا نور قلب مسلم میں موجود ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ومحبت اور ایمان وذکر کا وہی نور ہے جو اللہ تعالیٰ نے مسلمان کے دل میں ودیعت کر رکھا ہے اور یہ وہی نور ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی طرف نازل کیا ہے جس سے ان کو حیات بخشی، اور وہ اس کو لے کر لوگوں میں چلتے ہیں، اس نور کی اصل ان کے قلوب میں موجود ہے پھر اس کا مادہ بڑھتے بڑھتے قوی ہوتا جاتا ہے اور جوارح و

اعضاء پر ظاہر ہونے لگتا ہے بلکہ ان کے کپڑوں اور گھروں میں بھی نمایاں ہونا شروع ہو جاتا ہے اور صاحب دل آدمی اس کو دیکھتا ہے اور ساری مخلوق انکار کرتی ہے، پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو وہ نور نمودار ہوگا اور پل صراط کی تاریکی میں ان کے ایمان کے ساتھ ان کے آگے آگے دوڑتا ہوگا یہاں تک کہ وہ اس پل صراط کو طے کریں گے اور لوگوں کی یہ حالت قوت وضعف کے اعتبار سے ہوگی۔ بعض تو ایسے ہوں گے جن کا نور آفتاب کی مانند ہوگا۔ کسی کا نور ماہتاب کی مانند ہوگا، کسی کا چراغ کی مانند اور کسی کا اس سے بھی معمولی درجہ کا ہوگا اور کبھی روشن ہوگا اور کبھی بجھ جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ دنیا میں نور کی جو کیفیت و مقدار ہوگی وہی مقدار پل صراط پر ہوگی۔ بلکہ وہاں باطنی نور بھی ظہور پذیر ہوگا۔ چنانچہ دنیا میں منافق کے لیے نور باطن موجود نہ تھا بلکہ نور ظاہر ثابت تھا اس لیے وہاں بھی اس کے لیے نور باطن نہیں ہوگا اس کو صرف نور ظاہر دیا جائے گا جو بالآخر ظلمت و تاریکی کا باعث بنے گا۔ اللہ تعالیٰ نے نور کی مثال طاق سے دی ہے یعنی انسان کا دل اس طاق کی طرح ہے جس میں چراغ رکھا ہوا ہو اور وہ چراغ ایک قندیل میں ہو جو ایسا صاف و شفاف ہو جیسے ایک چمکتا ہوا ستارہ، یہی حالت دل کی ہے اسے قندیل کے ساتھ اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ وہ بہت سے اوصاف کا جامع ہوتا ہے اور وہ اوصاف یہ ہیں صفائی، رقت اور صلابت۔ چنانچہ وہ ان صفات کی وجہ سے حق و ہدایت کو دیکھ لیتا ہے اور اس سے رأفت و رحمت اور شفقت و رقت پیدا ہوتی ہے اور وہ خدا کے دشمن کا مقابلہ کرتا ہے حق کے معاملہ میں ان پر شدت و سختی کرتا ہے اور اس میں صلابت پیدا ہو جاتی ہے اور ایک صفت دوسری صفت کو ختم نہیں کرتی ہے اور نہ اس سے متعارض ہوتی ہے بلکہ اس کی مدد و معاون ہوتی ہے۔ جیسے فرمایا:

﴿اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ [الفتح: ۲۹]

نیز فرمایا کہ:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾ [آل عمران: ۱۵۹]

نیز فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾

[التوبہ: ۷۳]

اسی طرح ایک اثر (حدیث) ہے کہ قلوب اصل میں زمین پر اللہ تعالیٰ کے ظروف ہیں وہ ظرف اللہ کو سب سے زیادہ پیارا ہے جس میں سب سے زیادہ رقت، صلابت اور صفائی ہو۔

قلب کی دو قسمیں

ایسے قلب کے بالمقابل دو مذموم قسم کے قلب ہیں:

قلب حجری وقاسی یعنی ایسا قلب جس میں قساوت وسختی ہو یعنی پتھر دل، جس میں نہ رحمت ہو، نہ احسان ہو، نہ نیکی ہو، نہ صفائی ہو جس سے وہ حق وہدایت کا مشاہدہ کر سکے بلکہ ایسا پتھر دل شخص جبار اور جاہل ہے جو نہ حق وہدایت سے واقف ہے اور نہ مخلوق خدا پر مہربان ہے۔ اس کے مقابلہ میں قلب ضعیف ہے جو پانی کی مانند ہے جس میں کوئی قوت واستمساک نہیں ہوتی بلکہ وہ ہر صورت کو قبول کر لیتا ہے نہ اس میں ان صورتوں کو محفوظ کرنے کی قوت ہوتی ہے اور نہ ہی قوت تاثیر ہوتی ہے جو بھی قوی، ضعیف، اچھی اور بری صورت اس میں آتی ہے اس میں نقش ہو جاتی ہے جیسے آیت مذکورہ میں فرمایا گیا کہ نور کی

مثال طاق کی سی ہے جس میں چراغ رکھا ہو اور وہ چراغ روغن زیتون سے روشن ہو اور وہ درخت زیتون انتہائی مناسب جگہ پر ہو جہاں صبح و شام سورج کی روشنی (دھوپ) پڑتی ہو۔ یقیناً ایسے درخت کا تیل انتہائی صاف و شفاف ہوگا اور میل و کچیل سے بھی بہت دور ہوگا حتی کہ آگ لگائے بغیر بھی وہ خود بخود جل اُٹھے گا اسی طرح مؤمن کے دل میں بھی ایک نور چراغ کا مادہ ہوتا ہے اور وہ شجرۂ وحی ہے جس کی برکت سب سے عظیم ہے اور وہ انحراف سے بھی بہت دور ہے بلکہ وہ سب سے زیادہ معتدل اور افضل ہے نہ اس میں نصرانیت جیسا انحراف ہے اور نہ یہودیت جیسی کجروی ہے، بلکہ ان دونوں مذموم جانبوں کے بالکل وسط میں ہے، یہ نورِ ایمان کا مادہ ہے جو ہر قلب مؤمن میں موجود ہوتا ہے۔ پھر جس طرح صاف و شفاف روغن زیتون کی خوبی بیان ہوئی کہ اسے آگ بھی نہ چھوئے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود جل اُٹھے گا اور جب آگ بھی لگ گئی تب تو نور علیٰ نور ہے یعنی اس کی روشنی بھی مزید بڑھے گی اور اس کا مادہ قوی ہوگا اسی طرح مؤمن ہے قریب ہے کہ اس کا قلب اپنی فطری صلاحیت سے خود بخود روشن ہو کر حق کو پہچان لے لیکن جب وحی کا مادہ بھی آ کر اس کے قلب سے مخلوط ہوا تو نورِ فطرت پر نورِ وحی کا اضافہ ہو گیا جس سے دو نور جمع ہو گئے ایک نورِ فطرت اور دوسرا نورِ وحی۔ پس یہ نور علیٰ نور ہوا، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی زبان سے بسا اوقات کوئی ایسی حق کی بات نکل جاتی ہے جس کے متعلق اسے ابتداء میں کوئی حدیث وغیرہ معلوم نہیں ہوتی لیکن بعد میں اسے ایسی حدیث معلوم ہو جاتی ہے جو اس کی فطرت کے مطابق ہوتی ہے، ایک مؤمن کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ پہلے حق کا ادراک بر سبیل اجمال کر لیتا ہے پھر اسے کوئی ایسا ثبوت مل جاتا ہے جو اس اجمال کی تفصیل کر دیتا ہے اس سے اس کا ایمان، شہادت وحی اور شہادت فطرت سے

ترقی پاتا ہے۔ ایک عقلمند شخص کو اس آیت مبارکہ میں اور اس سے حاصل ہونے والے معانی شریفہ کی تطبیق میں غور وفکر کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر کیا کہ اس کا نور آسمان وزمین میں ہے اور اس کے مؤمن بندوں کے قلوب میں ہے وہ ایسا نور ہے جو آنکھوں اور دلوں سے مشاہد اور محسوس ہوتا ہے اور یہ وہ نور ہے جس سے سارا عالم علوی وسفلی روشن ہے، یہ دو عظیم نور ہیں کہ ایک نور دوسرے سے بڑھ کر ہے، اگر کسی جگہ پر ان دونوں میں سے ایک نور موجود نہ ہو تو کوئی انسان وحیوان زندہ نہیں رہ سکتا اس لیے کہ جاندار نور کی جگہ میں ہی رہ سکتا ہے، ظلمت کی جگہیں جہاں نور نہ چمکتا ہو کوئی جاندار زندہ نہیں رہ سکتا، یہی حال امت محمدیہ کا ہے جس میں نورِ وحی اور نورِ ایمان کا فقدان ہو، اور جس قلب میں یہ نور موجود نہ ہو وہ قلب یقیناً مردہ ہے، اس میں حیات بالکل بھی نہیں ہے۔ جیسے بے نور جگہ میں حیوان کو حیات حاصل نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ نے اس ارشاد میں حیات اور نور کو ایک ساتھ ذکر کیا ہے فرمایا:

﴿أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا﴾ [الانعام: ۱۲۲]

نیز فرمایا:

﴿وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا﴾ [الشوری: ۵۲]

آبی اور ناری کا ایک ساتھ ذکر

اس آیت میں ''جَعَلْنَاهُ'' کی ضمیر کے مرجع میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض کے

نزدیک اس کا مرجع ''امــر'' ہے، بعض کے نزدیک ''الـکـتـاب'' ہے بعض کے نزدیک ''الایمان'' ہے۔ جب کہ درست بات یہ ہے کہ یہ ضمیر ''روح'' کی طرف راجع ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس روح کو جو ہم نے آپ ﷺ کی طرف بھیجا ہے نور بنایا ہے، تو اس کو روح اس لیے کہا کہ اسی سے حیات حاصل ہوتی ہے، اور اس کو نور اس لیے قرار دیا کہ اس سے اضاءت و اشراق حاصل ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں لازم وملزوم ہیں، جہاں یہ حیات اس روح کے ساتھ موجود ہوگی وہاں اضاءت و اشراق بھی موجود ہوگی اور جس جگہ اضاءت و اشراق موجود ہوگا اس جگہ حیات بھی موجود ہوگی، پس جو اس روح کو قبول نہ کرے وہ مردہ وتاریک ہے، جیسے بدن سے روحِ حیات نکل جائے تو یہ ہلاکت کا باعث ہوتا ہے، اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دو مثالیں ایک ساتھ بیان فرمائیں، یعنی آبی اور ناری کو ایک ساتھ ذکر فرمایا کیونکہ آب (پانی) سے حیات اور نار (آگ) سے نور واشراق پیدا ہوتا ہے۔ جیسے سورۃ البقرہ کے شروع میں یہ ارشاد فرمایا:

﴿مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ﴾ [البقرہ: ١٧]

اس کے بعد فرمایا: کہ ذهب الله بنورهم یوں نہیں فرمایا کہ ذهب الله بنارهم اس لیے کہ نار میں احراق اور اشراق کا مادہ ہے، تو جس میں اضاءت اور اشراق ہے اس کو ختم کر دیا اور ان کو اذیت اور احراق کی حالت میں رہنے دیا۔

یہی حال منافقوں کا ہے کہ ان کا نورِ ایمان نفاق کی وجہ سے جاتا رہا، اور کفر اور شکوک وشبہات کی حرارت باقی رہی جو ان کے دلوں میں جوش زن ہے اور وہ قلوب دنیا

میں ہی اپنی حرارت، گرمی اور اذیت میں مبتلا رہتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان ہی قلوب کو جہنم کی آگ میں ڈال دے گا یہ اس شخص کی مثال ہے جس کا نور ایمان دنیا میں اس کے ساتھ قائم نہ ہو بلکہ ضیاء حاصل کرنے کے بعد جدا ہو گیا ہو یہ منافق شخص کی حالت ہے جو اقرار کے بعد منکر ہو گیا ہو، پس وہ ظلمات میں غرق رہتا ہے، جیسا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ان کے بھائی، کفار کے بارے میں فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّ بُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ﴾ [الانعام: ۳۹]

نیز فرمایا:

﴿وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ [البقرہ: ۱۷۱]

منافقین کی مثال

اللہ تعالیٰ نے ان آیات کریمہ میں منافقین کی حالت کو آگ جلانے والے شخص کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس طرح آگ جلانے والا آگ جلائے اور اس سے ارد گرد کی جگہ روشن ہو جائے پھر اس آگ کی روشنی ختم ہو جائے اسی طرح منافق لوگ ہیں کہ پہلے ایمان لانے کی وجہ سے ایمان کی روشنی ظاہر ہوئی پھر وہ اس نور (روشنی) سے نکل گئے، اس لیے کہ مسلمانوں کے ساتھ میل ملاپ کی وجہ سے ان کے ساتھ نماز پڑھنے، روزہ رکھنے اور قرآن سننے اور اسلام کے شعار دیکھنے کی بناء پر ان منافقوں نے اپنی آنکھوں سے اس نور کا مشاہدہ کر لیا تھا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا: **فهم لا يرجعون** کہ وہ واپس نہیں لوٹیں گے۔ کیونکہ انہوں نے اسلام کا لباس پہننے کے بعد اس کو اتار دیا اس

لیے وہ اب واپس نہیں لوٹیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کے حق میں فرمایا: فھم لا یعقلون کہ وہ بے عقل ہیں اس لیے کہ انہوں نے اسلام کو سمجھا نہیں، اس میں داخل ہی نہیں ہوئے اور انہوں نے اس سے نہ روشنی حاصل کی، ہمیشہ سے کفر و ضلالت کی ظلمات میں پڑے رہے، گونگے، بہرے اور اندھے بنے رہے۔ وہ ذات بڑی عجب شان رکھتی ہے جس نے اپنے کلام کو دلوں کے امراض کے لیے باعث شفاء، حقائق ایمان کے لیے منادی، حیات ابدی اور نعیم دائمی کے لیے داعی اور راہِ رشد و ہدایت کے لیے ہادی بنایا۔ ایمان کا منادی اپنا اعلان کر چکا ہے جب کہ کان اس کی طرف متوجہ ہوں، قرآنی مواعظ بیان ہو چکے ہیں جب کہ قلوب کجروی سے پاک اور خالی ہوں، لیکن حال یہ ہے کہ دلوں پر خواہشات و شبہات کی آندھیاں چل چکی ہیں، جس نے اس میں روشن چراغ بجھا کر رکھ دیئے ہیں اور وہ غافل اور جاہل لوگوں کے ہاتھ چڑھ گئے ہیں جس سے اس کی ہدایت کے دروازے بند ہو گئے اور اس کی کنجیاں کہیں گم ہو گئیں، اور اس پر زنگ چڑھ چکا ہے، اب کوئی کلام اس کے لیے کارگر ثابت نہیں ہوتا، دل نفسانی خواہشات اور جھوٹی اور بے بنیاد گواہیوں کے نشہ میں مخمور ہے، اب اس میں کسی طرح کی شرمندگی کا احساس باقی نہیں رہا، وہ اب غفلت و جہالت کے سمندر میں غرق ہو کر مر چکا ہے اور شہوات و خواہشات کا غلام بن کر رہ گیا ہے۔

ذکر اللہ کے فضائل

ذکر تصوف کا اصل الاصول ہے اور صوفیاء کے تمام طریقوں میں رائج ہے، جس شخص کے لیے ذکر کا دروازہ کھل گیا اس کے لیے اللہ جل شانہٗ تک پہنچنے کا دروازہ کھل گیا اور جو اللہ جل شانہٗ تک پہنچ گیا وہ جو چاہتا ہے پاتا ہے کہ اس کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں ہے اور جس نے اپنے رب کو نہ پایا تو سمجھو کہ اس نے کچھ نہیں پایا۔ نیز آدمی کے دل میں ایک گوشہ ہے جو اللہ کے ذکر کے علاوہ اور کسی چیز سے پُر نہیں ہوتا، جب ذکر دل پر مسلط ہو جاتا ہے تو وہ نہ صرف اس گوشہ کو پر کرتا ہے بلکہ ذکر کرنے والے کو بغیر مال کے غنی کر دیتا ہے اور بغیر کنبہ اور جماعت کے لوگوں کے دلوں میں عزت والا بنا دیتا ہے اور بغیر سلطنت کے بادشاہ بنا دیتا ہے اور جو شخص ذکر سے غافل ہوتا ہے وہ مال و دولت، کنبہ و جماعت اور حکومت کے باوجود ذلیل ہوتا ہے۔ ذکر پراگندہ کو مجتمع اور مجتمع کو پراگندہ کرتا ہے، دور کو قریب اور قریب کو دور کرتا ہے، پراگندہ کو مجتمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے دل پر جو متفرق غموم و ہموم، تفکرات اور پریشانیاں ہوتی ہیں ان کو دور کر کے جمعیت خاطر پیدا کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی پر جو تفکرات مجتمع ہوتے ہیں ان کو متفرق کر دیتا ہے اور آدمی کی جو لغزشیں اور گناہ جمع ہو گئے ہوتے ہیں ان کو پراگندہ کر دیتا ہے اور شیطان کے جو لشکر آدمی پر مسلط ہیں ان کو پراگندہ کر دیتا ہے اور

آخرت جو دور ہے اس کو قریب کر دیتا ہے اور دنیا جو قریب ہے اس کو دور کر دیتا ہے کیونکہ آدمی جتنا تعلق مع اللہ میں بڑھے گا اس کی جتنی طلب قوی ہوگی شیطان کا لشکر اس سے بڑھ کر اس کا مقابلہ کرے گا، اس کا واحد حل یہی ذکر اللہ ہے۔

ذکر دِل کو بیدار رکھتا ہے

ذکر اللہ کا ایک فائدہ یہ ہے کہ ذکر آدمی کے دل کو نیند سے بیدار کرتا ہے، غفلت سے چوکنا کرتا ہے اور دل جب تک سوتا رہتا ہے اپنے سارے ہی منافع کھوتا رہتا ہے اور اس پر خسران غالب آ جاتا ہے لیکن جب بیدار ہوتا ہے تو وہ مافات کی تلافی کے لیے کمربستہ ہو جاتا ہے اور بقیہ زندگی جاگ کر گزارتا ہے اور یہ بیداری ذکر کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ نیند بھاری غفلت ہے۔ ذکر ایک درخت ہے جس پر معرفت کے پھل لگتے ہیں صوفیاء کرام کی اصطلاح میں احوال و مقامات کے پھل لگتے ہیں، ان پھلوں کا حصول ذکر کے بغیر ممکن نہیں، ذکر جتنا کثرت سے ہوگا اتنی ہی اس درخت کی جڑ مضبوط ہوگی اور جتنی جڑ مضبوط ہوگی اتنے ہی زیادہ اس پر پھل لگیں گے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کا ذکر تمام مقامات کے حصول کا ذریعہ ہے جس میں توحید سب کا اصل اصول ہے یعنی وہ بنیاد جس پر وہ حال اور مقام قائم ہے۔ جیسے بنیادوں پر دیواریں تعمیر کی جاتی ہیں اور دیواروں پر چھت کی بنیاد رکھی جاتی ہے، لیکن آدمی اگر بیدار نہ ہو تو وہ سلوک کی یہ تمام منازل طے نہ کر سکے گا اور یہ بیداری ذکر سے ہی پیدا ہوگی، کیونکہ غفلت دل کی نیند یا اس کی موت کا نام ہے پھر یہ ذکر اس ذات پاک کے قریب کر دیتا ہے جس کا وہ ذکر کر رہا ہے حتیٰ کہ اس کو اس کے ساتھ معیت نصیب ہو جاتی ہے اور یہ خصوصی معیت ہے جو علم و احاطہ کی معیت کے علاوہ ہے جو سب کو عام ہے، یہ حقیقت میں قرب و ولایت اور محبت و نصرت اور توفیق

کی معیت ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا﴾ [النحل: ۱۲۸]

''یعنی اللہ تعالیٰ کی معیت متقین کو حاصل ہے۔''

نیز ارشاد فرمایا:

﴿وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ [البقرہ: ۲۴۹]

''یعنی اللہ تعالیٰ کی معیت صابرین کو حاصل ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [العنكبوت: ٦٩]

''یعنی بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی معیت نیکوکاروں کو حاصل ہے۔''

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ [التوبہ: ٤٠]

''یعنی غم نہ کرو بے شک اللہ کی معیت ہمیں حاصل ہے۔''

ذکر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی خصوصی معیت نصیب ہوتی ہے

ذکر کرنے والے شخص کو بھی اس معیت سے حظ وافر نصیب ہوتا ہے چنانچہ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب تک وہ میرا ذکر کرتا ہے اور میرے ذکر سے اس کے ہونٹ ہلتے رہتے ہیں۔ [البخاری]

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ میرا ذکر کرنے والے میری مجلس میں بیٹھنے والے ہیں، اور میرا شکر کرنے والے میری زیارت کرنے والے ہیں، اور میری اطاعت کرنے والے میری کرامت والے ہیں، اور میں نافرمانی کرنے والوں کو بھی اپنی رحمت سے

ناامید نہیں کرتا ہوں، اگر وہ توبہ کرلیں تو میں ان کا حبیب ہوں کیونکہ میں توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہوں اور میں پاکیزگی حاصل کرنے والوں سے بھی محبت کرتا ہوں، اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو میں ان کا طبیب ہوں، میں ان کو مصائب میں مبتلا کرتا ہوں، تاکہ ان کو عیوب سے پاک کردوں۔"

ذکر کرنے والے کو جو معیت ربانی حاصل ہوتی ہے اس کے مثل کوئی معیت نہیں ہے، کیونکہ یہ معیت، متقی اور محسن (نیکی کرنے والے) کو حاصل ہونے والی معیت سے زیادہ خاص ہے۔ یہ معیت ایسی ہے جس کا ادراک تقریر یا تحریر سے نہیں ہوسکتا، بلکہ صرف ذوقِ فطرت سے اسے معلوم کیا جاسکتا ہے، یہ ایسا مقام ہے جہاں عموماً انسان ٹھوکریں کھاتا ہے جب کہ وہ رب اور عبد، خالق اور مخلوق اور عابد و معبود کے درمیان فرق کو پیش نظر نہیں رکھتا، اور نصاریٰ کی طرح حلول کا قائل ہوجاتا ہے یا وحدت الوجود کے قائل لوگوں کی طرح اتحاد کا معتقد ہوجاتا ہے کہ رب کا وجود بعینہٖ ان موجودات کا وجود ہے بلکہ ان کے نزدیک رب و عبد اور خلق وحق کے مابین فرق نہیں رہ جاتا، رب ہی عبد اور عبد ہی رب ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام تشبیہات سے منزہ اور برتر ہے جن کے یہ ظالم اور جاہل لوگ قائل ہیں۔

اللہ کا ذکر افضل ترین عبادت ہے

مقصودِ کلام یہ ہے کہ اگر بندے کا عقیدہ صحیح نہ ہو تو وہ لازمی طور پر حلول اور اتحاد کے دروازہ میں داخل ہوجاتا ہے۔ نیز ذکر، غلاموں کو آزاد کرنے، مالوں کے خرچ کرنے اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے کے برابر ہے۔ اس سے پہلے بھی اس قسم کی روایات گزر چکی ہیں کہ جو شخص دن میں سو مرتبہ یہ پڑھے: لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْـدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَـهٗ لَهُ

الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ تو اس کو دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور سو گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور اس دن شام تک شیطان سے محفوظ رہتا ہے۔[الحدیث]

ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے اعمش سے، انہوں نے سالم بن ابی الجعد رحمہ اللہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی سو غلاموں کو آزاد کرتا ہے اس کا کیا اجر ہے؟ فرمایا کہ واقعی ایک آدمی کا سو غلاموں کو آزاد کرنا بڑی بات ہے، لیکن اس سے بھی افضل وہ ایمان ہے جس سے انسان دن رات وابستہ ہو وہ یہ کہ تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر و تازہ رہے۔[الدر المنثور ۱/۱۴۹]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ کے راستہ میں دینار خرچ کرنے سے زیادہ محبوب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی چند تسبیحات کہوں۔

[ابن ابی شیبة فی مصنفه ۸/۲۳۳]

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے یہ کلمات راہ چلتے کہنا سبحان اللہ والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر اس سے زیادہ محبوب ہے کہ اتنی تعداد میں اللہ کے راستہ میں دینار خرچ کروں تو عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے مذکورہ کلمات راہ چلتے کہنا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

اسی طرح حدیث ابی الدرداء رضی اللہ عنہ پہلے گزر چکی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں سب سے بہتر، تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ اور درجات میں سب سے بلند تر ہو اور (راہِ خدا میں) سونا

چاندی خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر ہو اور اس سے بھی زیادہ افضل ہو کہ تم اپنے دشمن سے جنگ کرو اور وہ تمہاری گردنیں اڑائیں اور تم ان کی گردنیں اڑاؤ؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیوں نہیں، ضرور بتائیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ذکر اللہ''۔

[ترمذی، ابن ماجہ]

ذکر شکر کی جڑ ہے

نیز ذکر شکر کی جڑ ہے، جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا، ایک حدیث پاک میں آیا ہے جس کو زید بن اسلم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ جل شانہٗ سے عرض کیا، پروردگار! آپ نے مجھ پر بہت احسانات کیے ہیں مجھے طریقہ بتا دیجیے کہ میں آپ کا بہت شکر ادا کروں! اللہ جل شانہٗ نے فرمایا کہ جتنا بھی تم میرا ذکر کرو گے اتنا ہی شکر ادا ہوگا، لہٰذا میرا ذکر کثیر کیا کرو، اگر تم مجھے بھول گئے تو یہ کفران نعمت ہوگا۔''

اسی طرح امام بیہقی رحمہ اللہ نے ''شعب الایمان'' میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: پروردگار! تیری شان کے مناسب شکر کس طرح ادا ہو؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری زبان ہر وقت میرے ذکر سے تروتازہ رہے۔ عرض کیا: پروردگار! میں کبھی ایسی حالت میں ہوتا ہوں کہ اس حالت میں آپ کا ذکر کرنا گراں سمجھتا ہوں؟ فرمایا کہ کس حالت میں ہوتے ہو؟ عرض کیا: پروردگار میں کبھی جنابت یا بول و براز کی حالت میں ہوتا ہوں؟ فرمایا کہ خواہ اس حالت میں ہو (ذکر قلبی کرو) عرض کیا: پروردگار! میں اس حالت میں کیا کہا کروں؟ فرمایا کہ یہ کہا کرو: سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ وَجَنِّبْنِي الْأَذٰى وَسُبْحَانَكَ وَ بِحَمْدِكَ فَقِنِيْ

الْاَذٰی۔

مصنف فرماتے ہیں:

کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے۔[بخاری، مسلم]

آپ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حالت کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حالت طہارت اور حالت جنابت دونوں میں اللہ کا ذکر کرتے تھے، اور قضائے حاجت کے وقت تو کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہیں کہ وہ اس کو آگے نقل کرے۔ لیکن امت کے لیے یہ امر جائز قرار دیا گیا کہ وہ قضائے حاجت سے پہلے اور اس کے بعد ذکر کرسکتی ہے۔ اس سے ذکر اللہ کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اسی طرح جماع کے وقت یہ دعا پڑھنا جائز ہے: بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا۔ [بخاری و مسلم]

ظاہر ہے کہ قضائے حاجت اور اہلیہ سے جماع کے وقت قلبی ذکر کرنا مکروہ نہیں ہے، اس لیے کہ قلب، ذکر محبوب کے بغیر نہیں رہ سکتا، کیونکہ قلب محبوب کے ذکر سے بے پرواہ نہیں ہوسکتا اگر ایسے موقعوں پر قلب کو نسیان (عدم ذکر) کا مکلف بنایا جائے تو یقیناً یہ تکلیف بالمحال ہوگا۔ البتہ ذکر لسانی ایسے موقعوں پر غیر مشروع ہے، کیونکہ یہ امر نہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ کسی صحابی سے منقول ہے۔

عبداللہ بن ابی ہذیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں کہ ان کا ذکر بازار میں بھی کیا جائے اور وہ پسند کرتے ہیں کہ اس کا ذکر ہر حال میں کیا جائے سوائے قضاء حاجت کے وقت۔

قضائے حاجت کے وقت کس طرح ذکر کرے؟

قضائے حاجت کے وقت صرف حیاء کا احساس اور اس نعمت کو سوچنا کافی ہے اور یہ اعلیٰ ذکر ہے۔ ہر ذکر اس کے مناسب موقع کے ساتھ ہوتا ہے اور اس موقع کا ذکر یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے حیا کا پردہ کرے، اور اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کے احسان کو یاد کرے کہ اس نے کس طرح اس موذی چیز کو باہر نکال دیا کہ اگر یہ چیز اندر ہی رہتی تو ہلاکت کا سبب بن جاتی ہے، لہٰذا جیسے کھانے کا غذا بن کر پیٹ میں پہنچ جانا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اسی طرح پیٹ سے آسانی کے ساتھ نکل جانا بھی اللہ کی نعمت ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جب بیت الخلاء سے نکلتے تو اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے کہ ہائے یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ کاش! لوگ اس کی قدر پہچانیں۔

بعض اللہ والے یوں فرمایا کرتے تھے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے نعمت کی لذت چکھائی اور اس کا فائدہ میرے جسم میں باقی رکھا اور اس کے نقصان کو دور کر دیا۔

اسی طرح حالت جماع ہے کہ اس موقع پر اللہ کی نعمت کو یاد کرے جو دنیا کی عظیم ترین نعمت ہے، جب اللہ کی نعمت کو یاد کرے گا تو اس کے دل میں شکر ادا کرنے کا جذبہ ابھرے گا۔ معلوم ہوا کہ ذکر، شکر کی جڑ ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ”خدا کی قسم! اے معاذ رضی اللہ عنہ! میں آپ سے محبت کرتا ہوں، لہٰذا تم ہر نماز کے بعد یہ کلمات کہنا نہ بھولنا: اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ۔ [رواہ ابوداود فی الصلوٰۃ]

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرمان میں ذکر اور شکر کو جمع فرمایا جیسے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں دونوں کو جمع فرمایا:

﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ﴾ [البقرہ: ١٥٢]

معلوم ہوا کہ ذکر اور شکر انسانی سعادت وفلاح کا ضامن ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک پرہیزگار لوگوں میں سب سے زیادہ معزز وہ لوگ ہیں جو ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں، اس لیے کہ تقویٰ کی انتہاء جنت ہے، اور ذکر کی انتہاء اللہ تعالیٰ کی معیت ہے۔ تقویٰ کا تعلق اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی سے ہے جو دخول جنت کا سبب اور دوزخ سے نجات کا باعث ہے اور ذکر کا بدلہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی معیت ہے جس کا درجہ زیادہ ہے۔

عمل کرنے والوں کی دو قسموں کا ذکر

عمل کرنے والے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو اجر وثواب کے حصول کے لیے عمل کرتے ہیں اور دوسرے وہ جو مقام ومرتبہ کے حصول کے لیے عمل کرتے ہیں او راللہ کا قرب حاصل کرنے اور اللہ کے ہاں مقام پانے کے لیے دوسرے سے مقابلہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحدید میں ان دونوں انواع کا ذکر کیا ہے۔ فرمایا:

﴿إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ﴾ [الحدید: ١٨]

اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو اجر وثواب کے لیے عمل کرتے ہیں پھر اس کے بعد فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ﴾

[الحدید: ١٩]

اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو حصولِ مقام ومرتبہ کے لیے اعمال بجالاتے

ہیں اس کے بعد فرمایا:

وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ۔[الحدید: ١٩]

اب بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس جملہ کا ماقبل پر عطف ہے، مطلب یہ ہو جائے گا کہ یہی لوگ صدیقین بھی ہیں اور شہداء بھی کہ سابقہ امتوں پر گواہی دیں گے۔ پھر ان کے متعلق ایک اور خبر دی گئی کہ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ لیکن بعض حضرات کے نزدیک الصِّدِّيقُونَ پر کلام پورا ہو جاتا ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے شہداء کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا: وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ تو پہلے متصدقین کا ذکر کیا جو نیکی کرنے والے ہیں پھر مؤمنین کا ذکر فرمایا کہ جن کے دلوں میں ایمان راسخ اور لبریز ہو چکا ہو ایسے لوگ صدیقین ہیں جو علم وعمل والے ہیں۔ پہلے لوگ نیکی واحسان والے ہیں لیکن یہ لوگ صدیقیت کے اعتبار سے اکمل وافضل ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے شہداء کا ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو رزق اور نور عطا فرماتے ہیں، اس لیے کہ جب انہوں نے اپنی جانیں اللہ کی رضا کے لیے قربان کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح بدلہ دیا کہ ان کو اپنے پاس زندہ رکھا اور ان کو رزق سے نوازا، ایسے تمام لوگ سعادت مند اور خوش بخت ہیں۔ پھر اشقیاء اور بدبختوں کا ذکر فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾

[الحدید: ١٩]

اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب اجر اور اصحاب منزلت کا ذکر فرمایا اور یہ اجر اور منزلت (مقام) وہ دو چیزیں ہیں جس کا فرعون نے جادوگروں سے وعدہ کیا تھا کہ اگر انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو مغلوب کر دیا تو ان کو یہ دونوں چیزیں ملیں

گی، چنانچہ جادوگروں نے فرعون سے پوچھا کہ:

﴿اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾ [الشعراء: ٤١، ٤٢]

''یعنی جادوگروں نے پوچھا کہ اگر ہم غالب آئے تو کیا ہمیں اس کا اجر (بدلہ) ملے گا: فرعون نے کہا کہ میں تمہیں اس کا صرف اجر نہیں دوں گا بلکہ تم کو اپنا قرب اور اپنے پاس مرتبہ بھی دوں گا۔''

معلوم ہوا کہ اہل عمل اجر کے لیے عمل کرتے ہیں اور اہل معرفت مراتب و منازل کے حصول کے لیے عمل کرتے ہیں کہ ہمیں ان اعمال کے ذریعہ اللہ کا قرب اور اس کی معیت نصیب ہو جائے اور ان کے اعمال قلبیہ ان لوگوں کے اعمال سے زیادہ ہوتے ہیں۔ بلکہ کبھی ان کے بدنی اعمال ان لوگوں کے اعمال سے بڑھ جاتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پروردگارِ عالم سے مکالمہ

امام بیہقی رحمہ اللہ نے محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: پروردگار! آپ کے نزدیک مخلوق میں کون سب سے زیادہ معزز ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ وہ شخص جس کی زبان میرے ذکر سے ہر وقت تر و تازہ رہے۔

عرض کیا: پروردگار! آپ کی مخلوق میں سب سے زیادہ علم والا کون ہے؟

فرمایا: کہ جو اپنے عمل کے لیے دوسرے کے علم کا متلاشی رہتا ہے۔

عرض کیا: پروردگار! آپ کی مخلوق میں کون سب سے زیادہ انصاف کرنے والا ہے؟

فرمایا: کہ جو اپنی ذات کے لیے ویسا ہی فیصلہ کرے جیسے عام لوگوں کے لیے کرتا ہے۔

عرض کیا: پروردگار! آپ کی مخلوق میں سب سے بڑا گنہگار کون ہے؟

فرمایا کہ: جو مجھ پر تہمت لگاتا ہے۔

عرض کیا کہ پروردگار! بھلا آپ پر بھی کوئی تہمت لگائے گا؟

فرمایا: کہ جو مجھ سے خیر مانگتا ہے لیکن میرے فیصلہ پر راضی نہیں ہوتا (وہ حقیقت میں مجھ پر تہمت لگاتا ہے)۔[بیہقی ۱/ ٤٥١]

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طورِ سینا پر تشریف لے گئے تو عرض کیا: پروردگار! کونسا بندہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا کہ جو میرا ذکر کرتا ہے مجھے بھولتا نہیں ہے۔

حضرت کعب فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: پروردگار! کیا آپ نزدیک ہیں کہ میں آپ سے سرگوشی کروں یا دور ہیں کہ زور سے پکاروں؟ فرمایا کہ اے موسیٰ! میں اس شخص کا ہمنشیں ہوں جو میرا ذکر کرتا ہے۔ عرض کیا کہ پروردگار! میں کبھی ایسی حالت میں ہوتا ہوں کہ اس حالت میں آپ کی یاد سے دور رہتا ہوں؟ فرمایا کہ اے موسیٰ وہ کون سی حالت ہے؟ عرض کیا کہ بول و براز کی حالت میں۔ فرمایا کہ میرا ہر حال میں ذکر کیا کرو۔[ابو نعیم]

حضرت عبید بن عمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مؤمن کے نامۂ اعمال کے اندر ایک بار الحمد للہ کی تسبیح کا موجود ہونا اس کے لیے دنیا کے پہاڑوں سے زیادہ افضل ہے۔ جو سونے کو ساتھ لیے چلتے ہوں۔

ذاکرین عزت و اکرام سے نوازے جائیں گے

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک اعلان کرنے والا

اعلان کرے گا کہ اہل محشر کو ابھی معلوم ہو گا کہ کون عزت و اکرام کا زیادہ مستحق ہے؟

پھر کہا جائے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جن کی شان یہ تھی کہ:

﴿تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ﴾ [السجدة: ١٦]

''یعنی جس کے پہلو خواب گاہوں سے دور رہتے تھے اور وہ امید و بیم میں اپنے رب کو پکارا کرتے تھے اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کیا کرتے تھے۔''

فوراً وہ لوگ کھڑے ہوں گے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آگے آئیں گے، پھر ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ ابھی اہل محشر جان لیں گے کہ عزت و اکرام کا کون زیادہ حق دار ہے؟

پھر (کہے گا کہ) وہ لوگ کہاں ہیں جن کی شان یہ تھی کہ:

﴿لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ [النور: ٣٧]

''یعنی وہ لوگ جن کو نہ تجارت خدا کی یاد سے غافل کرتی تھی اور نہ خرید و فروخت۔''

چنانچہ وہ لوگ بھی کھڑے ہوں گے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آگے بڑھیں گے، پھر اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ اہل محشر ابھی جان لیں گے کہ عزت و اکرام کا کون زیادہ حق دار ہے؟

پھر کہا جائے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جو ہر حال میں اللہ کی حمد کرنے والے تھے؟

چنانچہ وہ لوگ بھی اُٹھیں گے اور ان کی تعداد زیادہ ہوگی اس کے بعد باقی لوگوں کا حساب

و کتاب ہوگا۔[عبدالرزاق فی مصنفه ١١/٢٩٤]

ایک آدمی حضرت ابومسلم الخولانی رحمہ اللہ کے پاس آیا اور ان نے کہا کہ اے ابو مسلم! مجھے وصیت فرما دیجئے! آپ نے فرمایا کہ ہر وقت اللہ کا ذکر کیا کرو، اس نے کہا کہ مزید کوئی وصیت فرما دیں، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا اتنا ذکر کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ خیال کریں۔ خود ابومسلم الخولانی رحمہ اللہ کا حال یہ تھا کہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے ان کو ذکر کرتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ کیا تمہارا یہ صاحب مجنون و دیوانہ ہے؟ ابومسلم نے اس کی بات سن لی، فرمایا کہ اے میرے بھتیجے! یہ جنون نہیں، بلکہ جنون کی دواء ہے۔

ذکر سے قلبی قساوت دور ہوتی ہے

ذِکر اللہ کا ایک فائدہ یہ ہے کہ دل میں ایک خاص قسم کی قساوت ہوتی ہے جو ذکر کے علاوہ اور کسی چیز سے دور نہیں ہوتی۔ اس لیے انسان کو چاہئے کہ اللہ کے ذکر سے اپنے دل کی قساوت کا علاج کرتا رہے۔

ایک آدمی نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے عرض کیا: اے ابوسعید رحمہ اللہ! میرے دل میں قساوت پیدا ہوگئی ہے۔

آپ نے فرمایا: کہ اللہ کے ذکر سے اس کو ختم کرو۔ اس لیے کہ جب بھی غفلت میں زیادتی ہوتی ہے تو قساوت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو وہ قساوت ختم ہوتی جاتی ہے، جیسے سیسہ آگ میں ڈالا جائے تو وہ پگھلتا ہے اسی طرح اللہ کے ذکر کی برکت سے دلوں کی قساوت پگھلتی ہے۔

ایک فائدہ یہ ہے کہ ذکر دل کی بیماریوں کا علاج ہے۔ غفلت دل کا مرض ہے،

قلوب امراض کا شکار ہو جایا کرتے ہیں جس کا علاج اللہ کا ذکر ہے۔ حضرت مکحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر شفاء کا سبب ہے اور لوگوں کا ذکر بیماری کا ذریعہ ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت مکحول رحمہ اللہ سے مرفوعا اور مرسلا روایت نقل کی ہے کہ جب دل اللہ کی یاد میں مشغول ہوتا ہے تو شفاء اور عافیت میں ہوتا ہے اور جب اللہ کی یاد سے غافل ہوتا ہے تو پژمردہ ہو جاتا ہے۔ جیسے کسی نے کہا ہے:

اذا مرضنا تداوينا بذكركم ۞ فنترك الذكر احيانا فننتكس

''یعنی جب ہم مرض میں مبتلا ہوتے ہیں تو تمہاری یاد سے علاج کر لیتے ہیں پھر جب یاد سے غافل ہوتے ہیں تو پژمردہ ہو جاتے ہیں۔''

نیز ذکر اللہ کے ساتھ دوستی کی جڑ ہے اور ذکر سے غفلت اس کے ساتھ دشمنی کی جڑ ہے، بندہ اللہ تعالیٰ کا ہر وقت ذکر کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اسے اللہ سے محبت ہو جاتی ہے جو اس کے ساتھ دوستی کا ذریعہ بنتی ہے اور مسلسل غفلت میں رہنے سے بغض پیدا ہو جاتا ہے جو بالآخر دشمنی کا سبب بن جاتا ہے۔

یادِ غفلت کے بُرے نتائج

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حسان بن عطیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اپنے رب سے اس سے بڑی اور کوئی دشمنی نہیں ہو سکتی کہ بندہ اپنے رب کے ذکر سے کراہت کرے یا ذکر کرنے والوں سے کراہت کرے۔

اور اس دشمنی کی اصل جڑ یادِ خدا سے غفلت ہے اور جب یہ غفلت بڑھتی جاتی ہے تو انسان کے اندر ذکر اللہ سے کراہت بھی بڑھتی جاتی ہے بلکہ اللہ کا ذکر کرنے والوں سے بھی کراہت پیدا ہو جاتی ہے بالآخر وہ (غافل) اللہ تعالیٰ کے ساتھ دشمنی کرنے لگ جاتا

ہے جیسے ذکر کرنے والا اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوستی کرنے لگ جاتا ہے۔

نیز اللہ کے ذکر کے برابر کوئی چیز نعمتوں کو کھینچنے والی اور اللہ کے عذاب کو ہٹانے والی نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ ذکر جالب نِعَمَ اور دافع نقم ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ [الحج: ٣٨]

''یعنی اللہ تعالیٰ مؤمنوں کا دفاع کرتا ہے۔''

ایک قراءت میں:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَدْفَعُ﴾ ہے

یعنی اللہ تعالیٰ کا دفاع اور دفعیہ (عذاب ہٹانا) مسلمانوں کی قوت ایمانی کے مطابق ہے اور ایمان کا مادہ اور قوت اللہ کا ذکر ہے۔ لہٰذا جو شخص کامل الایمان اور کثیر الذکر ہوگا اللہ تعالیٰ کا دفاع اور دفعیہ (عذاب ہٹانا) اس سے بڑھ کر ہوگا اور جو ذکر میں ناقص ہوگا اس کا دفاع بھی ناقص ہوگا۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ [ابراھیم:٧]

''یعنی تمہارے رب کا یہ اعلان ہے کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں نعتوں مین اضافہ کروں گا۔''

جیسے پہلے گزرا کہ ذکر شکر کی جڑ ہے اور شکر نعمتوں کو کھینچنے والا اور زیادتی نعمت کا باعث ہے۔

ایک بزرگ کا مقولہ ہے کہ اس ذات کی یاد سے غفلت برتنے سے بڑھ کر کوئی

قباحت اور برائی نہیں جو تیری یاد سے کبھی غافل نہیں ہے۔

ذِکرِ الٰہی فلاح و کامیابی کا ذریعہ ہے

ذکر کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فرشتوں کی صلوٰۃ (دُعا) ہوتی ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں اور فرشتے اس کے لیے دُعائیں کریں تو یقیناً وہ شخص مکمل کامیاب اور فلاح یاب ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ○ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَّأَصِيلًا ○ هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَٰٓئِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَٰتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا﴾[الاحزاب:]

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرو، اور صبح و شام اس کی تسبیح بیان کرو، وہ ایسی ذات ہے جو تم پر صلوٰۃ (رحمت) بھیجتی ہے اور اس کے فرشتے بھی، تا کہ وہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لائے اور مؤمنوں پر بڑا مہربان ہے۔''

اب یہ اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ اور فرشتوں کی صلوٰۃ صرف ذکر کرنے والوں پر ہوتی ہے، جو ان کو ظلمات (اندھیروں) سے نکال کر نور (روشنی) میں لانے کا سبب بنتی ہے۔ بھلا اس سے بڑھ کر کوئی نعمت ہو سکتی ہے؟ کیا ذکر کی برکت سے کوئی نعمت ایسی باقی رہ گئی ہے جو ذکر کرنے والے کو حاصل نہ ہوئی ہو؟ یا کوئی ایسی برائی جو اس سے دور نہ ہو گئی ہو؟

افسوس صد افسوس! ان لوگوں پر جو اپنے رب کی یاد سے غافل ہیں اور اس کے خیر و فضل سے محروم ہیں۔ جو شخص یہ چاہے کہ وہ دنیا میں رہتے ہوئے جنت کے باغوں میں رہے اسے چاہیے کہ ذکر کی مجلس میں بیٹھے کہ مجالسِ ذکر حقیقت میں باغاتِ جنت ہیں۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ وغیرہ نے حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نقل کی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا:

لوگو! جنت کے باغات میں میوے چن لیا کرو۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جنت کے باغات کیا ہیں؟ فرمایا کہ ذکر کی مجلسیں پھر فرمایا کہ صبح وشام اللہ کا ذکر کرو جو شخص اللہ کے ہاں اپنا مقام جاننا چاہے اس کو چاہئے کہ وہ غور کرے کہ خود اس کی نظر میں اللہ تعالیٰ کا کیا مقام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بندے کو وہی مقام دیتے ہیں جو بندہ اپنے رب کو مقام دیتا ہے۔

ذکر کی مجلس حقیقت میں فرشتوں کی مجلس ہے

نیز ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں۔ جیسے صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے فرشتے بھی ہیں جو لوگوں کے اعمال لکھنے والے فرشتوں کے علاوہ ہیں، راستوں میں گھومتے پھرتے، اہل ذکر کو تلاش کرتے ہیں، جب کہیں کوئی قوم پاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہی ہو تو ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں کہ آ جاؤ اپنے مقصد کی جانب! پھر وہ فرشتے ان کو اپنے پروں سے آسمان دنیا تک گھیر لیتے ہیں پھر ان کا رب ان سے پوچھتا ہے (حالانکہ اللہ تعالیٰ کو ان کا خوب علم ہوتا ہے) میرے بندے کیا کہتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں کہ وہ آپ کی تسبیح، تکبیر، تحمید اور تمجید کر رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ہے! انہوں نے آپ کو نہیں دیکھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو ان کی کیا کیفیت ہو؟

فرشتے کہتے ہیں کہ اگر آپ کو دیکھ لیں تو آپ کی عبادت کرنے، تحمید و تمجید اور تسبیح میں مزید بڑھ جائیں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ مجھ سے کیا مانگ رہے تھے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ وہ آپ سے جنت مانگ رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟

فرشتے کہتے ہیں کہ پروردگار! بخدا انہوں نے جنت کو نہیں دیکھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر وہ جنت کو دیکھ لیں تو ان کی کیا کیفیت ہو؟

فرشتے کہتے ہیں کہ اگر وہ جنت کو دیکھ لیں تو یقیناً ان کی حرص و محبت اور طلب مزید بڑھ جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟

فرشتے کہتے ہیں کہ وہ "جہنم" سے پناہ مانگ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا انہوں نے جہنم کو دیکھا ہے؟

فرشتے کہتے ہیں کہ پروردگار! خدا کی قسم! انہوں نے جہنم کو نہیں دیکھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر جہنم کو دیکھ لیں تو ان کی کیا کیفیت ہو؟

فرشتے کہتے ہیں کہ اگر وہ جہنم کو دیکھ لیں تو ان کا جہنم سے بھاگنا اور اس سے خوف زدہ ہونا مزید بڑھ جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ (اے فرشتو!) میں تم کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی مغفرت کر دی ہے۔

ایک فرشتہ کہتا ہے کہ ان لوگوں میں ایک فلاں شخص بھی ہے جو اپنی ضرورت سے

آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ایسے ہمنشیں ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا ہے۔'' [بخاری، مسلم]

معلوم ہوا کہ یہ ذکر کی ہی برکت ہے کہ جہاں وہ (ذکر کرنے والے) خود محروم نہیں رہتے وہاں ان کا کوئی ہم نشیں بھی محروم القسمت نہیں رہتا۔ مؤمن بھی ایسا ہی ہے کہ جہاں بھی ہو مبارک ہوتا ہے اور فاجر شخص جہاں بھی ہو منحوس ہوتا ہے۔

ثابت ہوا کہ مجالسِ ذکر حقیقت میں مجالسِ ملائکہ ہیں اور مجالس غفلت مجالس شیاطین ہیں، ہر شخص اپنے مناسب موقع کی طرف رجوع کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے ذاکرین پر فخر کا اظہار کرتے ہیں

نیز اللہ جل شانہٗ ذکر کرنے والوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کا اظہار کرتے ہیں۔ جیسے صحیح مسلم میں ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسجد میں لگے ہوئے ایک حلقہ کی طرف نکلے تو پوچھا کہ تم یہاں کس لیے بیٹھے ہو؟ لوگوں نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھے ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا واقعی، خدا کی قسم کھاتے ہو کہ ذکر کے لیے ہی بیٹھے ہیں؟

انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم ہے کہ ہم اسی لیے بیٹھے ہیں، پھر فرمایا کہ میں نے تم پر الزام لگانے کے لیے تم سے قسم نہیں لی، کوئی ایسا نہیں ہے جو مجھ سے زیادہ قلیل حدیثیں نقل کرنے والا ہو، ''ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک حلقہ کے پاس تشریف لائے تو پوچھا کہ تم یہاں کس لیے بیٹھے ہو؟

صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھے ہیں۔ نیز اس لیے کہ

اس بات پر اس کا شکر ادا کریں کہ اس نے ہمیں اسلام کی توفیق بخشی اور ہم پر احسان کیا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا خدا کی قسم ہے اسی لیے بیٹھے ہو؟

انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم ہے ہم اسی لیے بیٹھے ہیں، پھر آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ خبردار! میں نے تم پر الزام لگانے کے لیے قسم نہیں لی۔ اصل میں میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے ان لوگوں پر فخر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کے سامنے فخر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ذکر عند اللہ بڑا محبوب وافضل عمل ہے۔

پھر ذکر پر مداومت کرنے والا شخص جنت میں ہنستا ہوا داخل ہوگا۔ جیسے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''جن کی زبانیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تروتازہ رہتی ہیں وہ جنت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔ [الدر المنثور ١/١٥١]

تمام اعمال سے اصل مقصود یادِ خداوندی ہے

نیز تمام اعمال ذکر ہی کے واسطے مقرر کیے گئے ہیں، ان سب سے مقصود یہی ذکر اللہ ہے۔

جیسے ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِي﴾ (طه: ١٤)

''یعنی میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔''

بعض حضرات اس کا معنی یہ کرتے ہیں کہ اس لیے نماز قائم کرو تا کہ میں اس نماز کے ذریعہ تجھے یاد کروں، یعنی مصدر، فاعل کی طرف مضاف ہے۔

بعض حضرات اس کا معنی یہ کرتے ہیں کہ نماز قائم کرو تاکہ تم اس نماز کے ذریعہ مجھے یاد کرو، لِذِكْرِیْ میں لام تعلیلیہ ہے، بعضوں کے نزدیک وقتیہ ہے، یعنی میرے ذکر کے وقت نماز قائم کرو۔ جیسے یہ ارشاد ہے:

﴿أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ﴾ [الاسراء: ۷۸]

"یعنی زوال آفتاب کے وقت نماز قائم کرو۔"

نیز جیسے یہ ارشاد ہے:

﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ [الانبیاء: ٤٧]

میرے نزدیک "لِذِكْرِیْ" لام کو تعلیلیہ قرار دینا زیادہ بہتر ہے، یعنی نماز قائم کرو میرے ذکر کے واسطے۔ بندہ جب اپنے رب کو یاد کرتا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو یاد کرتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اس کو پہلے یاد کرتے ہیں کیوں کہ اسی ذات نے بندے کے دل میں اس کا الہام کیا کہ وہ اس کو یاد کرے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اُتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ [العنکبوت: ٤٥]

"آپ کی طرف جو کتاب وحی کی گئی ہے اس کو پڑھیے اور نماز قائم کیجیے، بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی کی باتوں اور بری باتوں سے اور اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔"

بعض حضرات اس کا معنی یہ کرتے ہیں کہ تم نماز کے اندر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہو، اللہ تعالیٰ بھی اپنے ذکر کرنے والوں کا ذکر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر تمہارے ذکر سے

بہت بڑھ کر ہے۔ یہ مفہوم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اللہ کا ذکر سب سے افضل عمل ہے

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے حضرت فضیل بن مرزوق رحمہ اللہ کے حوالہ سے حضرت عطیہ رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ اور یہ فرمان فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ مفہوم کے اعتبار سے ایک ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تمہارے یاد کرنے کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ کا تم کو یاد کرنا بہت بڑی بات ہے۔

حضرت ابن زید رحمہ اللہ وقتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر چیز سے بڑا ہے۔

حضرت سلمان سے کسی نے پوچھا کہ کونسا عمل سب سے افضل ہے؟

فرمایا: کہ کیا تم قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھتے: وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ یعنی اللہ کا ذکر سب سے افضل ہے۔

اس کی تائید ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث سابق سے ہوتی ہے، جس میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو سب سے افضل عمل نہ بتا دوں جو تمہارے مالک کے نزدیک بھی سب سے پاکیزہ عمل ہے اور سونا چاندی خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر ہے۔

[الحدیث]

شیخ الاسلام ابوالعباس رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت کے صحیح معنی یہ ہیں کہ نماز سے دو عظیم چیزیں مقصود ہیں کہ ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے، ایک یہ کہ نماز بے

حیائی کی باتوں اور برے کاموں سے روکتی ہے اور دوسرے یہ کہ نماز اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مشتمل ہے اور نماز میں ذکر اللہ کا موجود ہونا اس کے بے حیائی کی باتوں اور برے کاموں سے روکنے سے اعظم وافضل ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ کونسا عمل سب سے افضل ہے؟

فرمایا: کہ اللہ کا ذکر سب سے اکبر (افضل) ہے۔

سنن ترمذی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت موجود ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیت اللہ کا طواف، صفا و مروہ کی سعی اور رمی جمار کا حکم اس لیے دیا گیا ہے تا کہ اللہ کا ذکر قائم ہو۔[ابو داؤد، ترمذی]

نیز تمام اعمال میں وہی عمل افضل ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کیا جائے، روزے داروں میں افضل روزے دار وہ ہے جو اللہ کا ذکر کثرت سے کرنے والا ہو، صدقہ کرنے والوں میں افضل وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنے والا ہو۔ سب سے افضل حاجی وہ ہے جو اللہ کا سب سے زیادہ ذکر کرنے والا ہو، وعلیٰ ہذا القیاس۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے اس بارہ ایک مرسل حدیث ذکر کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اہل مسجد میں کون سب سے افضل ہے؟ فرمایا کہ جو اللہ کا ذکر کثرت سے کرنے والا ہو، پھر عرض کیا گیا کہ کس کا جنازہ سب سے بہتر ہے؟ فرمایا کہ جو اللہ کا ذکر سب سے زیادہ کرنے والا ہو، پوچھا گیا کہ کونسا مجاہد سب سے افضل ہے؟

فرمایا: کہ جو اللہ کا ذکر سب سے زیادہ کرنے والا ہو۔

پھر عرض کیا گیا کہ کونسا حاجی سب سے افضل ہے؟ فرمایا کہ جو سب سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنے والا ہو۔

پھر پوچھا گیا کہ عبادت کرنے والوں میں سب سے افضل کون ہے؟ فرمایا کہ جو سب سے زیادہ ذکر اللہ کرنے والا ہو۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ذکر کرنے والے تمام نیکیاں لے گئے۔

حضرت عبید ابن عمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر تمہارے لیے رات کو اُٹھنا گراں بار ہوتا ہو اور مال خرچ کرنے میں بخل ہوتا ہو اور دشمن سے مقابلہ کرنے سے بددلی محسوس کرو تو (اس کا علاج یہ ہے کہ) کثرت سے ذکر اللہ کرو۔

ذکر اللہ پر مداومت نفلی عبادات کے قائم مقام ہے

نیز ذکر اللہ پر مداومت نفلی عبادات کے قائم مقام ہے۔ خواہ وہ عبادات بدنی ہوں یا مالی، جیسے نفلی حج۔

چنانچہ حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں اس کی صراحت موجود ہے کہ ''فقراء مہاجرین دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے، عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ مال دار لوگ بڑے بڑے درجات حاصل کرتے ہیں، ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں اور ہماری طرح روزہ رکھتے ہیں (یعنی نماز و روزہ میں تو ہمارے شریک ہیں) اور اپنے مالوں کی وجہ سے حج وعمرہ اور جہاد اور صدقہ و خیرات میں ہم سے سبقت لے جاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جس سے تم وہ درجات حاصل کرلو جو تم سے سبقت لے جانے والوں کو حاصل ہوئے، اور اپنے بعد والوں پر سبقت لے جاؤ اور کوئی شخص تم سے افضل نہ ہو مگر وہ شخص جو تمہاری طرح عمل کرے؟

انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیوں نہیں؟ ضرور بتائیں۔

فرمایا: کہ نماز کے بعد سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھا کرو۔ [الحدیث]

اب غور کیجئے کہ آنحضرت ﷺ نے حج، عمرہ اور جہاد وغیرہ ہر عبادت کا بدل ذکر اللہ کو قرار دیا ہے اور ارشاد فرمایا کہ اس ذکر کی برکت سے وہ ان مال داروں سے آگے بڑھ جائیں گے جب ان مال داروں کو بھی اس عمل کا علم ہو تو انہوں نے دوسری عبادات کے ساتھ ذکر اللہ کی عبادت بھی شروع کر دی اور فقراءِ مہاجرین سے مقابلہ کرنا شروع کر دیا، چنانچہ فقراء مہاجرین نے دوبارہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے عرض کیا کہ وہ لوگ تو ذکر بھی کرنے لگ گئے ہیں اور ہم سے پھر آگے نکل گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ

"یعنی یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا کرے۔"

حدیث عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ میں ہے کہ ایک دیہاتی آدمی آیا، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اسلام کے احکام تو بہت زیادہ ہیں۔ آپ ﷺ مجھے کوئی جامع عمل بتا دیجئے جو میرے لیے کافی ہو؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ذکر اللہ کو لازم پکڑو۔

اس نے پوچھا: کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ میرے لیے کافی ہوگا؟ فرمایا کہ ہاں، بلکہ تجھ سے زائد ہوگا۔ [ترمذی، ابن ماجہ]

مذکورہ حدیث میں سرورِ دو عالم ﷺ نے اس دیہاتی کو ایسے عمل کی نصیحت فرمائی جس پر عمل پیرا ہونے سے اسلام کے تمام احکامات پر چلنا آسان ہو جاتا ہے اور دل میں اس کی رغبت اور اس کا شوق موجزن ہو جاتا ہے۔ جب وہ اس (ذکر اللہ) کو اپنا شعار بنائے گا اور اس کو اپنا محبوب عمل بنائے گا تو تمام احکامات پر اس کی گرفت ہو جائے گی اور ان پر عمل کرنا آسان سے آسان تر ہوتا جائے گا۔

ذکر اللہ کی برکات

نیز ذکر دوسری عبادات کے لیے بڑا معین و مددگار ہے، اس کی کثرت سے ہر عبادت محبوب بن جاتی ہے اور عبادات آسان ہو جاتی ہیں اور ان میں لذت آنے لگتی ہے اور کسی عبادت میں بھی کلفت، مشقت اور بار نہیں رہتا۔

ذکر اللہ کی برکت سے ہر مشقت آسان ہو جاتی ہے اور ہر دشوار چیز سہل ہو جاتی ہے اور ہر قسم کے بوجھ میں خفت پیدا ہو جاتی ہے اور ہر مصیبت اور رنج وغم اس کی برکت سے زائل ہو جاتا ہے۔

نیز اللہ کے ذکر کی برکت سے دل سے خوف و ہراس دور ہو جاتا ہے، خوف کے مقام پر اطمینان پیدا کرنے اور خوف کے زائل کرنے میں اللہ کے ذکر کو خصوصی دخل ہے۔ خوف زدہ آدمی کے لیے ذکر اللہ سے زیادہ نافع اور کوئی عمل نہیں ہے، اس کی یہ خاص تاثیر ہے کہ جتنا اللہ کا ذکر کثرت سے ہوگا اتنا ہی دل کو اطمینان نصیب ہوگا اور خوف زائل ہو گا۔ تجربہ اس کا شاہد ہے، جس میں ادنیٰ درجہ کی حس موجود ہو وہ اس کا تجربہ کر کے دیکھ سکتا ہے۔

ذکر کی وجہ سے انسان کے اندر ایک خاص قوت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے ایسے کام اس سے صادر ہونے لگتے ہیں جو بظاہر دشوار نظر آتے ہیں۔

میں نے خود شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی رفتار، گفتار اور تحریر میں ایک عجیب قوت کا مشاہدہ کیا ہے کہ آپ ایک دن میں اتنا کچھ لکھ لیتے تھے کہ ایک کاتب ہفتہ بھر لکھے تو اس کے برابر نہیں ہو سکتا، نیز کئی بار لشکر اسلامی نے دورانِ جنگ آپ کی قوت عظیمہ کا مشاہدہ کیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سوتے وقت ۳۳ بار سُبْحَانَ اللّٰہِ، ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور ۳۴ بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھنے کا حکم فرمایا تھا۔ جب انہوں نے چکی کی مشقت اور کاروبار کی دشواری کی وجہ سے ایک خادم طلب کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مذکورہ کلمات پڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ تمہارے لیے خادم سے کہیں بہتر ہے۔ جیسا کہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ ذکر پر مداومت کرنے سے جسم میں ایسی قوت پیدا ہو جاتی ہے جو اسے خادم کی ضرورت سے مستغنی کر دیتی ہے۔

ایک کلمہ کی برکت سے فرشتوں نے عرش کو اُٹھالیا

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس باب میں ایک اثر ذکر کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ جب فرشتوں کو عرش کے اُٹھانے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے کہا کہ پروردگار! ہم آپ کے اس عرش کو کیسے اُٹھائیں اس پر تو آپ کی عظمت وجلال کا جلوہ موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ پڑھو: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ جب فرشتوں نے یہ کلمہ پڑھا تو عرش کو اٹھالیا۔

نیز امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے بھی یہی اثر لیث بن سعد سے نقل کیا ہے، انہوں نے معاویہ بن صالح رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ہمارے مشائخ نے یہ حدیث بیان کی کہ جب اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے سب سے

پہلے حاملان عرش (فرشتے) پیدا کیے۔

ان فرشتوں نے عرض کیا: پروردگار! آپ نے ہمیں کس لیے پیدا کیا؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں اپنا عرش اٹھانے کے لیے پیدا کیا۔ فرشتوں نے کہا کہ پروردگار! آپ کے عرش کے بار کو اُٹھانے کی کس میں قوت ہے؟ اس پر تو آپ کی عظمت وجلال اور وقار کا جلوہ موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ میں نے تم کو اسی کام کے لیے پیدا کیا ہے۔ جب فرشتوں نے اپنی بات کئی بار دہرائی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ پڑھو: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ جب انہوں نے یہ پڑھا تو عرش کو اٹھا لیا۔

اس کلمہ کی خاص تاثیرات

دشوار گزار اور مشقت آمیز کاموں کو برداشت کرنے اور بادشاہوں کے پاس جانے، خوف کے زائل کرنے اور فقر و فاقہ کے دور کرنے کی اس کلمہ میں خاص تاثیر ہے۔ جیسے حضرت اسد بن وداعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہر روز سو بار لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھے وہ کبھی بھی فقر و فاقہ میں مبتلا نہیں ہوگا۔

[الترغیب والترھیب ۲/۲۹۵]

حضرت حبیب بن سلمہ رضی اللہ عنہ دشمن کے مقابلہ یا قلعہ کے محاصرہ کے وقت لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھنا پسند فرماتے تھے۔ ایک روز رومیوں کے قلعہ پر مقابلہ تھا مسلمان شکست سے دوچار ہو رہے تھے جب مسلمانوں نے مذکورہ کلمہ پڑھا اور اللہ اکبر کہا تو وہ قلعہ فتح ہو گیا۔

آخرت کے لیے عمل کرنے والے سب دوڑ کے میدان میں ہیں اور اس دوڑ کے

مقابلہ میں ذاکرین کی جماعت سب سے آگے ہے۔ البتہ اس میدان سے اُٹھنے والا گرد و غبار ان کی سبقت کو دیکھنے سے مانع ہے جب غبار دور ہوگا اور گرد ہٹے گی تو سب لوگ دیکھ لیں گے کہ انہوں نے میدان مار لیا ہے۔

حضرت عمر مولیٰ غفرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب قیامت کے روز لوگوں کو اپنے اعمال کا اجر وثواب ملے گا تو ذکر سے زیادہ افضل ثواب نہ پائیں گے اور پھر حسرت کریں گے کہ ہم نے ذکر کا اہتمام کیوں نہ کیا کہ سب سے زیادہ آسان عمل تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مفرّد لوگ سبقت لے گئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ مفرّد کون لوگ ہیں؟

فرمایا: کہ جو اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مر مٹنے والے ہیں کہ ذکر ان کے بوجھوں کو ہلکا کر دیتا ہے۔ [مسلم]

اس حدیث کی تشریح ایک دوسری حدیث سے ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا اس کثرت سے ذکر کرو کہ لوگ کہیں کہ یہ شخص دیوانہ ہے۔

ذکر کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ تصدیق کرتے ہیں

ذکر کرنے والے کی اللہ تعالیٰ تصدیق کرتے ہیں اور اس کو سچا بتاتے ہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ خود سچا بتائیں اس کا حشر جھوٹوں کے ساتھ نہیں ہوسکتا بلکہ سچوں کے ساتھ ہی حشر کی امید ہوتی ہے۔

جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ کہتا ہے لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وَاللّٰـہُ اَکْبَرُ تو اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے سچ کہا میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں سب سے بڑا ہوں۔

اور جب بندہ کہتا ہے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْـدَهٗ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے سچ کہا میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں اکیلا ہوں۔

جب بندہ کہتا ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا شَرِيْكَ لَهٗ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے سچ کہا میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میرا کوئی شریک نہیں ہے۔

جب بندہ کہتا ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے سچ کہا، میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میرے لیے ہی بادشاہت ہے اور میرے لیے ہی تمام تعریفیں ہیں۔

جب بندہ کہتا ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے سچ کہا میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، میرے سوا نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی کوئی طاقت نہیں دے سکتا۔ [راوی]

ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد (ابو مسلم الاغر نے) کچھ کہا جو میں نہ سمجھا تو میں نے ابو جعفر سے پوچھا کہ انہوں نے اس کے بعد کیا کہا ہے؟

ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کے بعد یہ فرمایا جو شخص یہ کلمات اپنی موت کے وقت پڑھے جہنم کی آگ سے محفوظ رہے گا۔ [ترمذی]

ذکر سے جنت کے اندر محل تعمیر ہوتا ہے

ذکر سے جنت میں گھر تعمیر ہوتے ہیں، جب بندہ ذکر سے رُک جاتا ہے تو فرشتے

بھی تعمیر سے رُک جاتے ہیں جب ذکر شروع کرتا ہے تو وہ بھی تعمیر میں لگ جاتے ہیں۔

ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں حکیم بن محمد الاخنسی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جنت کے گھر ذکر سے تعمیر ہوتے ہیں جب بندہ ذکر سے رکتا ہے تو فرشتے بھی تعمیر سے رُک جاتے ہیں جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ تم نے تعمیر کیوں روک دی؟ تو کہتے ہیں کہ جب تک اس کی تعمیر کا خرچ نہیں آ جاتا ہم تعمیر سے رُکے رہیں گے۔

نیز ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ذکر کی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سات مرتبہ یہ کلمات پڑھے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ تو ایک گنبد اس کے لیے جنت میں تعمیر ہو جاتا ہے۔

ذکر سے جنت کے اندر درخت لگتے ہیں

جیسے جنت کے گھر ذکر اللہ سے تعمیر ہوتے ہیں اسی طرح جنت کے باغات کے درخت و پودے ذکر سے ہی لگتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ جنت کی مٹی بڑی پاکیزہ اور اس کا پانی بڑا شیریں ہے اور وہ چٹیل میدان ہے اس کے پودے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ہیں۔ معلوم ہوا کہ ذکر سے جنت کے اندر درخت و پودے لگتے ہیں۔

نیز ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں کثرت سے پودے لگاؤ۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جنت کے پودے کیا ہیں؟ فرمایا کہ یہ کلمات پڑھو مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

ذکر، جہنم سے آڑ کا سبب ہے

نیز ذکر جہنم سے آڑ ہے۔ اگر کسی بد عملی کی وجہ سے جہنم کا مستحق ہو جائے تو ذکر درمیان میں آڑ بن جاتا ہے لہٰذا جتنی ذکر کی کثرت ہوگی اتنی ہی پختہ آڑ ہوگی۔

عبدالعزیز بن ابی رواد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی جنگل میں رہتا تھا اس نے مسجد بنائی اور قبلہ کی سمت میں سات پتھر رکھے، جب بھی نماز سے فارغ ہوتا تو کہتا کہ اے پتھرو! میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ ایک دن وہ آدمی بیمار ہوا اور اس کی روح کو اوپر لے جایا گیا تو وہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب کے عالم میں دیکھا کہ مجھے جہنم کی طرف لے جانے کا حکم دیا گیا۔ اس اثناء میں میں نے ان ہی پتھروں میں سے ایک پتھر دیکھا کہ وہ بڑا ہو گیا ہے اور جہنم کے اس دروازے سے آڑ بن گیا ہے۔ پھر مجھے جہنم کے دوسرے دروازے کی طرف لے جایا گیا تو پھر ان پتھروں میں سے ایک پتھر سامنے آیا اور بڑا ہو کر جہنم کے اس دروازہ سے بھی آڑ بن گیا، یہاں تک کہ باقی تمام پتھر بھی جہنم کے تمام دروازوں سے آڑ بن گئے۔

نیز ذکر کرنے والے کے لیے فرشتے استغفار کرتے ہیں جیسے توبہ کرنے والے شخص کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بندہ جب کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تو فرشتے کہتے ہیں رَبِّ الْعَالَمِیْنَ جب بندہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تو فرشتے کہتے ہیں اے اللہ! اپنے بندے کی مغفرت فرما جب بندہ کہتا ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ تو فرشتے کہتے ہیں وَبِحَمْدِہٖ جب بندہ کہتا ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ تو فرشتے کہتے ہیں اے اللہ! اپنے بندے کی مغفرت فرما جب بندہ کہتا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو فرشتے کہتے ہیں وَاللّٰہُ اَکْبَرُ جب بندہ کہتا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ تو فرشتے کہتے

ہیں اے اللہ! اپنے بندے کی مغفرت فرما۔

زمین بھی ذاکر کے وجود پر فخر کرتی ہے

پھر جس پہاڑ یا میدان میں اللہ کا ذکر کیا جائے وہ فخر کرتے ہیں اور ذکر کرنے والوں کو اپنے اوپر پا کر خوشی محسوس کرتے ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو آواز دے کر پوچھتا ہے کہ کوئی ذکر کرنے والا تجھ پر آج گزرا ہے؟ اگر وہ کہتا ہے کہ گزرا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے۔

حضرت عون بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میدان ایک دوسرے کو آواز دے کر پوچھتے ہیں کہ کوئی ذکر کرنے والا تجھ پر آج گزرا ہے؟ تو کوئی میدان تو کہتا ہے کہ ہاں گزرا ہے اور کوئی کہتا ہے کہ نہیں گزرا۔

امام مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک پہاڑ دوسرے کا نام لے کر پوچھتا ہے کہ اے فلاں پہاڑ! کیا کوئی ذکر کرنے والا آج تجھ پر گزرا ہے؟ تو کوئی پہاڑ تو کہتا ہے کہ ہاں گزرا ہے اور کوئی کہتا ہے کہ نہیں گزرا۔

ذکر کی کثرت نفاق سے برأت کی سند ہے

ذکر کی کثرت نفاق سے بری ہونے کی سند ہے، کیوں کہ منافقین کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ:

وَلَا يَذْكُرُونَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيلًا ۔ [النساء: ١٤٢]

”یعنی وہ اللہ کا تھوڑا سا ذکر کرتے ہیں۔“

حضرت کعب الاحبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر

کرے وہ نفاق سے بری ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ المنافقون کا اختتام اس آیت پر کیا ہے

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ [المنافقون: ۹]

''یعنی اے ایمان والو! تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تم کو اللہ کے ذکر سے غافل نہ کریں جو ایسا کریں گے وہی خسارہ اٹھانے والے ہوں گے۔''

اس آیت میں تنبیہ کی گئی ہے کہ کہیں تم بھی منافقوں کی روش اختیار کر کے (کہ وہ ذکر اللہ سے غافل ہوئے) نفاق میں نہ پڑ جاؤ۔

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے خوارج کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا وہ منافق ہیں؟ فرمایا کہ نہیں، منافقین تو اللہ تعالیٰ کا بہت کم ذکر کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ ذکر اللہ کی کثرت نفاق سے امان اور اس کی قلت نفاق کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ ذکر کرنے والے قلب کو نفاق میں مبتلا نہیں فرماتے بلکہ ایسے قلوب ہی نفاق میں مبتلا ہوتے ہیں جو ذکر اللہ سے غافل ہوں۔

ذکر میں ایک خاص لذت موجود ہے

نیز تمام نیک اعمال کے مقابلہ میں ذکر کے لیے ایک خاص لذت ہے، جو کسی اور عمل میں بھی نہیں پائی جاتی، اگر ذکر کی اس لذت کے سوا اور کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تو یہی چیز اس کی فضیلت کے لیے کافی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ذکر کی مجالس کو ''ریاض الجنۃ'' کہا گیا ہے۔

مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لذت پانے والوں نے کسی چیز میں بھی ذکر کے برابر لذت نہیں پائی، اور کوئی عمل ذکر سے زیادہ ہلکا، لذت میں زیادہ بھاری اور دل کے لیے زیادہ فرحت وخوشی کا باعث نہیں ہے۔

نیز ذکر کرنے والوں کے چہرہ پر دنیا میں رونق اور آخرت میں نور ہوگا۔ ذاکرین کی جماعت دنیا میں سب سے زیادہ پُر رونق چہروں والی اور آخرت میں سب سے زیادہ نور والی ہوگی۔

ایک مرسل حدیث ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر روز سو بار یہ کلمات پڑھے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس طرح پیش ہوگا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند سے بھی زیادہ سفید (روشن) ہوگا۔

جو شخص راستوں میں، گھروں میں، سفر میں اور حضر میں ذکر کرے قیامت کے دن اس کے گواہی دینے والے کثرت سے ہوں گے۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝

''اس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی۔''

زمین کی خبریں کیا ہیں؟

جامع ترمذی میں حضرت سعید المقبری رحمہ اللہ کی حدیث ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ آیت تلاوت فرمائی۔

پھر فرمایا جانتے ہو اس کی خبریں کیا ہیں؟

صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زمین کی خبریں یہ ہیں کہ جس مرد اور عورت نے جو کام زمین پر کیا ہے وہ بتائے گی کہ فلاں دن فلاں وقت اس نے یہ کام کیا ہے۔ اس لیے مختلف جگہوں میں کثرت سے ذکر کرنے والوں کے گواہ بھی بکثرت ہوں گے۔ ممکن ہے کہ ان جگہوں کی گواہی اس کے حق میں بارگاہ رب العزت میں قبول ہو اور اسے بے حد خوشی حاصل ہو۔

ذکر کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ زبان جتنی دیر ذکر میں مشغول رہے گی لغویات، جھوٹ غیبت وغیرہ سے محفوظ رہے گی اس لیے کہ زبان چپ تو رہتی ہی نہیں یا ذکر اللہ میں مشغول ہوگی یا لغویات میں۔ اسی طرح دل کا حال ہے کہ اگر وہ اللہ کی محبت میں مشغول نہ ہوگا تو مخلوق کی محبت میں مبتلا ہوگا۔

شیاطین انسان کے کھلے دشمن ہیں اور ہر طرح سے اس کو وحشت میں ڈالتے رہتے ہیں اور ہر طرف سے اس کو گھیرے رہتے ہیں۔ جس شخص کا یہ حال ہو کہ اس کے دشمن ہر وقت اس کا محاصرہ کیے رہتے ہوں اس کا جو حال ہوگا ظاہر ہے اور دشمن بھی ایسے کہ ہر ایک یہ چاہے کہ جو تکلیف بھی پہنچا سکوں پہنچاؤں۔ دشمن کے ان لشکروں کو ہٹانے والی چیز ذکر کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔

نیک اعمال آخرت میں کام آئیں گے

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہم اس وقت مدینہ کے صفہ (چبوترہ) میں موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ میں نے گزشتہ رات ایک عجیب خواب دیکھا۔

اور میں نے اپنی امت کا ایک آدمی دیکھا کہ موت کا فرشتہ اس کی روح قبض کرنے آیا تو والدین کے ساتھ اسکی کی ہوئی نیکی سامنے آئی اور اس نے موت کے اس فرشتہ کو ہٹا دیا۔

اور میں نے اپنی امت کا ایک آدمی دیکھا کہ قبر کا عذاب اس کے لیے پھیلایا گیا پھر اس کا وضو آیا اور اس نے اس عذاب سے اس کو بچا لیا۔

اور میں نے اپنی امت کا ایک آدمی دیکھا کہ شیاطین نے اس کو وحشت میں ڈال دیا تو ذکر اللہ آیا اور اس نے شیاطین کو دور ہٹا دیا۔

اور میں نے اپنی امت کا ایک آدمی دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اس کو وحشت میں ڈال دیا۔ پھر اس کی نماز آئی اور اس نے عذاب کے فرشتوں کے ہاتھوں سے چھڑا لیا۔

اور میں نے اپنی امت کا ایک آدمی دیکھا کہ پیاس کی وجہ سے ہانپ رہا ہے اور جب بھی وہ حوض کے قریب آتا ہے تو دُھتکار دیا جاتا ہے پھر ماہِ رمضان کے روزے آئے اور اس نے اس کو پانی پلایا اور سیراب کیا۔

اور میں نے اپنی امت کا ایک آدمی دیکھا اور ایک طرف نبیوں کو دیکھا کہ حلقے بنا کر بیٹھے ہوئے ہیں، وہ آدمی جب بھی کسی حلقے کے قریب آتا ہے دُھتکار دیا جاتا ہے پھر اس کا غسل جنابت آیا اور اس نے اس کو ہاتھ سے پکڑ کر میرے پہلو میں بٹھا دیا۔

اور میں نے اپنی امت کا ایک آدمی دیکھا جس کے آگے پیچھے، دائیں، بائیں اور اوپر، نیچے ظلمت ہی ظلمت (اندھیرا) ہے اور وہ اس ظلمت میں سرگرداں ہے تو اس کا

حج اور عمرہ آیا اور اس نے ظلمت سے اس کو نکال کر نور میں داخل کر دیا۔

اور میں نے اپنی امت کا ایک آدمی دیکھا کہ جو اپنے ہاتھ سے جہنم کی لپیٹ اور انگاروں سے اپنا بچاؤ کرتا ہے تو اس کا صدقہ آیا جو درمیان میں آڑ بن گیا اور اس کے سر پر سایہ فگن ہو گیا۔

اور میں نے اپنی امت کا ایک آدمی دیکھا کہ جو خود تو مسلمانوں سے بات چیت کرتا ہے لیکن مسلمان اس سے بات نہیں کرتے ہیں تو اس کی صلہ رحمی آئی اور اس نے کہا کہ اے جماعت مسلمین! یہ شخص بہت صلہ رحمی کرنے والا ہے اس سے کلام کرو، چنانچہ مسلمان اس سے کلام کرتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں اور وہ بھی ان سے مصافحہ کرتا ہے۔

اور میں نے اپنی امت کا ایک آدمی دیکھا کہ زبانیہ (فرشتوں) نے اس کو وحشت میں ڈال دیا تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر آیا اور اس نے ان فرشتوں کے ہاتھوں سے اس کو چھڑا دیا اور اس کو رحمت کے فرشتوں کے پاس لے گئے۔

اور میں نے اپنی امت کے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے درمیان ایک پردہ حائل ہے تو اس کا حسن خلق آیا جس نے اس کو پکڑا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کو لا کر کھڑا کر دیا۔

اور میں نے اپنی امت کے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جانے لگا تو خوف خدا آیا اور اس نے اس کا نامۂ اعمال لے کر اس کے دائیں ہاتھ میں تھما دیا۔

اور میں نے اپنی امت کے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کا میزان عمل ہلکا ہو گیا تو اس کی فوت شدہ اولاد آئی جس نے اس کا میزان عمل بھاری کر دیا۔

اور میں نے اپنی امت کا ایک آدمی دیکھا کہ وہ جہنم کے کنارے پر کھڑا ہے تو خدا کی رجا وامید آئی اور اس نے اُس کو بچالیا اور وہ آگے چل دیا۔

اور میں نے اپنی امت کا ایک آدمی دیکھا کہ وہ دوزخ میں گرائے جانے لگا تھا کہ اس کا وہ آنسو آیا جو خوفِ خدا سے اس کی آنکھوں سے نکلا تھا اور اس نے اس کو دوزخ سے بچالیا۔

اور میں نے اپنی امت کا ایک آدمی دیکھا کہ وہ پل صراط پر یوں کانپ رہا ہے جیسے کھجور کی شاخ تیز آندھی میں ہلتی ہے تو اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن آیا جس نے اس کی کپکپی کو دور کر دیا اور وہ آگے چل دیا۔

اور میں نے اپنی امت کا ایک آدمی دیکھا کہ وہ پل صراط پر کبھی سرین کے بل سرکتا ہے، کبھی گھسٹتا ہے اور کبھی اس پر لٹکتا ہے پھر اس کی نماز آئی اور اس کے سامنے کھڑی ہو گئی اور اس نے اس کی خلاصی کرائی۔

اور میں نے اپنی امت کا ایک آدمی دیکھا کہ وہ جنت کے دروازوں پر پہنچتا ہے تو دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں پھر کلمۂ شہادت آتا ہے اور اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس کو جنت میں داخل کرا دیتا ہے۔

[مجمع الزوائد ۱۷۹/۷ نوادر الاصول ۲۳۱/۳]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ یہ حدیث عظیم الشان ہے اور اس طویل حدیث میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی:

''اور میں نے اپنی امت کا ایک آدمی دیکھا جس کو شیاطین نے وحشت میں ڈال دیا ہوا تھا پھر اللہ عزوجل کا ذکر آیا اور اس نے ان شیاطین کو اس سے دور ہٹا دیا۔'' حدیث

حارث، اشعری کے مطابق ہے جس کی ہم نے رسالہ ہذا میں تشریح کردی ہے۔

شیطان کے اثرات سے بچنے کے لیے مفید کلمات

ترمذی شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص گھر سے نکلتے وقت یہ کلمات پڑھے:

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

تو کہا جاتا ہے کہ تو با کفایت ہو گیا ہدایت سے نوازا گیا اور بچا لیا گیا اور شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے اور دوسرے شیطان سے کہتا ہے کہ تو بھلا ایسے آدمی کو کیسے ورغلائے گا جو ہدایت سے نواز دیا گیا ہو، اس کی کفایت کی گئی ہو اور اس کو بچا لیا گیا ہو۔

[ترمذی، نسائی]

اس سے پہلے بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی گزر چکا ہے کہ جو شخص دن میں سو مرتبہ یہ کہے گا:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

تو شام تک شیطان سے محفوظ رہے گا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص گھر سے نکلتے وقت یہ کہتا ہے بِسْمِ اللّٰهِ تو فرشتہ کہتا ہے کہ تجھے ہدایت مل گئی پھر جب وہ کہتا ہے تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیری کفایت کردی گئی۔ پھر جب وہ کہتا ہے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیری حفاظت ہو گئی۔

پھر شیاطین ایک دوسرے سے یہ کہتے ہیں کہ واپس چلو تم اس پر اپنا داؤ نہیں چلا

سکتے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے؟ اس کو تو ہدایت بھی مل گئی اس کی کفایت بھی ہو گئی اور اس کی حفاظت بھی کر دی گئی ہے؟

ابو خلاد المصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اسلام میں داخل ہوا وہ حقیقت میں قلعہ میں داخل ہو گیا اور جو مسجد میں داخل ہوا تو وہ یقیناً دو قلعوں میں داخل ہو گیا اور جو حلقۂ ذکر میں بیٹھا تو وہ یقیناً تین قلعوں میں داخل ہو گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی بندہ بستر پر لیٹتے وقت یہ کہتا ہے بِسْمِ اللّٰهِ اور سورۃ الفاتحہ پڑھتا ہے تو وہ جن وانس بلکہ ہر چیز کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔[مجمع الزوائد ۱۰/۱۲۱]

آیت الکرسی کی خاصیت

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے زکوٰۃ رمضان (صدقۂ فطر) کی حفاظت کا ذمہ دار بنایا۔ ایک آنے والا میرے پاس آیا اور غلہ سے کچھ اٹھانے لگا تو میں نے اس کو پکڑ لیا۔ اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو دوبارہ نہیں آؤں گا۔ راوی نے طویل حدیث ذکر کی۔ (اس کے آخر میں یہ ہے کہ) اس آنے والے نے تیسری بار حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ کہا کہ میں آپ کو چند کلمات سکھاتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ آپ کو نفع دے گا وہ یہ ہیں کہ بستر پر لیٹتے وقت آیت الکرسی پڑھو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ برابر حفاظت کرتا رہے گا اور صبح تک شیطان قریب بھی نہیں آئے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کو چھوڑ دیا، جب صبح ہوئی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شخص کی بات بتائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ہے تو بڑا جھوٹا

لیکن یہ بات اس نے سچ کہی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان جب بستر پر لیٹنے لگتا ہے تو اسی وقت شیطان اور فرشتہ اس کے پاس آ جاتے ہیں۔

فرشتہ کہتا ہے کہ خیر و بھلائی کے ساتھ اختتام کر۔ شیطان کہتا ہے کہ شر کے ساتھ اختتام کر۔

شیطان سے حفاظت کے لیے چند دعائیں

جب انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا کرتا سو جاتا ہے تو فرشتہ اس شیطان کو بھگا دیتا ہے اور ساری رات اس انسان کی حفاظت اور نگہبانی کرتا ہے پھر جب وہ بیدار ہوتا ہے تو فوراً فرشتہ اور شیطان پہنچ جاتے ہیں۔

فرشتہ کہتا ہے کہ خیر و بھلائی کے ساتھ آغاز کر، شیطان کہتا ہے کہ شر کے ساتھ آغاز کر۔

پھر اگر وہ شخص یہ کلمات پڑھ لیتا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَا نَفْسِیْ بَعْدَ مَوْتِهَا وَلَمْ یُمِتْهَا فِیْ مَنَامِهَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ یُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ یُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔

[مستدرک الحاکم ۱/۵۴۸] تو فرشتہ شیطان کو بھگا دیتا ہے اور سارا دن اس کی حفاظت کرتا رہتا ہے۔

صحیحین میں حدیث سالم بن ابی الجعد مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنی اہلیہ کے پاس آنے کے وقت یہ پڑھے:

اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَارَزَقْتَنَا

اور اس ملاپ سے جو بچہ پیدا ہو تو شیطان اس کو کبھی بھی ضرر نہ پہنچا سکے گا۔

حضرت حسن بن علی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ بیس آیات قرآنی پڑھ لے تو میں اس کو ضمانت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر جابر و ظالم بادشاہ، ہر سرکش شیطان اور ہر مضرت رساں درندے اور ہر چور ڈاکو سے اس کی حفاظت فرمائے گا۔ ایک آیت الکرسی اور تین آیتیں سورۃ الاعراف کی:

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾

[الاعراف: ٥٤-٥٦]

اور دس آیات سورۃ الصافات کی:

﴿وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا﴾ [١-١٠]

اور تین آیات سورۃ الرحمٰن کی ﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ﴾ [٣٣-٣٥]

اور سورۃ الحشر کی آخری آیات:

﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ﴾ [٢١-٢٤]

شیطان کے شر سے بچاؤ کے لیے ایک دعا

محمد بن ابان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک آدمی مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اچانک اس کے پہلو کی طرف کوئی چیز آئی جس سے وہ ڈر گیا اس نے کہا کہ ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تیرے پاس اللہ کی رضا کے لیے آیا ہوں، تم عروہ کے پاس جاؤ اور

ان سے پوچھو کہ شیطان کے شر سے بچاؤ کے لیے کون سے کلمات پڑھنے چاہئیں۔ آپ کہتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ کہو:

آمَنْتُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْتُ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَاعْتَصَمْتُ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَكَفٰى سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ دَعَا لَيْسَ وَرَاءَ اللّٰهِ مُنْتَهٰى۔

حضرت وہب بن الورد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی رات کے وقت صحرا کی طرف نکلا۔ اس نے راہ میں کوئی چیز محسوس کی کہ ایک تخت لا کر رکھا گیا پھر کوئی چیز آ کر اس پر بیٹھ گئی وہ آدمی کہتا ہے کہ پھر اس کے تمام لشکر اس کے پاس جمع ہو گئے، اس (تخت نشین) نے چیخ مارتے ہوئے کہا کہ کون جا کر عروۃ بن الزبیر کو ورغلائے گا؟ کسی نے جواب نہیں دیا ہر طرف سے آوازیں مسلسل آتی رہیں۔ پھر ایک نے کہا کہ میں یہ کام کرتا ہوں پھر وہ مدینہ کی جانب روانہ ہوا اور تھوڑی ہی دیر کے بعد واپس آ کر کہنے لگا کہ عروہ کو ورغلانے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اس نے پوچھا کہ تیرا ناس ہو! آخر کیوں؟ اس نے کہا کہ میں نے ان کو صبح و شام کچھ کلمات پڑھتے دیکھا ہے ہم ان کی وجہ سے ان کے پاس نہیں جا سکتے۔ وہ آدمی کہتا ہے کہ جب صبح ہوئی تو میں مدینہ پہنچا اور حضرت عروہ کا پتہ معلوم کر کے ان کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ کوئی بہت بوڑھے شخص ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ آپ صبح و شام کون سے کلمات پڑھتے ہیں؟ انہوں نے بتانے سے انکار کیا۔ پھر میں نے اپنا سارا واقعہ سنایا تو کہنے لگے کہ اور تو کچھ مجھے معلوم نہیں، ہاں البتہ میں صبح و شام تین تین مرتبہ یہ کلمات پڑھ لیا کرتا ہوں:

آمَنْتُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَكَفَرْتُ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَاسْتَمْسَكْتُ

بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى الَّتِىْ لَاانْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔

بستر پر لیٹتے وقت یہ کلمات پڑھے

مسلم البطین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ایک مکار جن آپ کے ساتھ مکر بازی کرتا ہے اس لیے آپ بستر پر لیٹتے وقت یہ کلمات پڑھا کریں:

﴿أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَاتِ الَّتِىْ لَايُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَمِنْ شَرِّ مَاذَرَأَ فِى الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ طَوَارِقِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَارَحْمٰنُ۔

[مجمع الزوائد ۱۰/۱۲۶]

صحیح حدیث ہے کہ شیطان اذان کی آواز سن کر بھاگ جاتا ہے۔

سہیل بن ابی صالح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے بنو حارثہ کی طرف کسی کام سے بھیجا، میرے ساتھ خادم بھی تھا، راستہ میں کسی نے نام لے کر دیوار سے آواز دی، میرے خادم نے دیوار پر جھانک کر دیکھا تو کچھ نظر نہیں آیا، (واپسی پر) یہ بات میں نے اپنے والد سے ذکر کی تو انہوں نے فرمایا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تمہاری اس سے ملاقات ہو جائے گی تو میں تمہیں نہ بھیجتا، آئندہ جب کوئی آواز سنو تو اذان کے کلمات پڑھ لیا کرو، کیوں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان دم دبا کر بھاگتا ہے اور اس کا گوز نکل جاتا ہے ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں جب شیطان اذان کی آواز سنتا ہے

تو اس کا گوز نکل جاتا ہے اور اتنی دور بھاگ جاتا ہے جہاں اذان کی آواز نہ سن پائے۔

[بخاری]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا الہ الا اللہ اور استغفار کی کثرت کیا کرو کیوں کہ شیطان اس موقع پر کہتا ہے کہ میں نے ان کو گناہوں کی وجہ سے تباہ کیا اور انہوں نے مجھے لا الہ الا اللہ اور استغفار سے ہلاک و برباد کیا۔ ایسی صورت میں میں ان کو خواہشات کے ذریعہ ہلاک کرتا ہوں کہ وہ پھر خود کو ہدایت یافتہ سمجھنے لگتے ہیں اور استغفار کو چھوڑ دیتے ہیں۔[مسند ابی یعلی ۱/۱۲۳]

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک آدمی سفر پر تھا کہ دورانِ سفر اس کا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو سویا ہوا تھا اور اس کے برابر دو شیطان بیٹھے تھے۔ اس مسافر آدمی نے دیکھا کہ ایک شیطان دوسرے سے کہہ رہا ہے کہ اس سوئے ہوئے شخص کے پاس جاؤ اور اس کے قلب کو خراب کرو (وساوس ڈالو)۔ چنانچہ جب وہ اس کے قریب گیا تو واپس اپنے صاحب کے پاس آ کر کہنے لگا کہ یہ شخص تو ایک آیت پڑھ کر سویا ہے جس کی وجہ سے ہمارا اس پر کوئی داؤ نہیں چل سکتا، پھر وہ دوسرا شیطان اس کے پاس گیا جب قریب ہوا تو فوراً واپس چلا آیا اور اپنے صاحب سے کہنے لگا کہ واقعی تو سچ کہتا ہے یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ اس کے بعد مسافر آدمی نے اس کو جگایا اور ان شیطانوں کا سارا ماجرا سنایا اور کہا کہ مجھے بتاؤ کہ وہ کونسی آیت ہے جسے تو پڑھ کر سویا تھا اس نے کہا کہ وہ یہ آیت ہے:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا وَّالشَّمْسَ

وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔ [الاعراف: ٥٤]

جنات کے اثرات سے بچاؤ کے لیے دعا

ابوالنضر ہاشم بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن اپنے گھر میں تھا کہ کسی نے کہا کہ اے ابوالنضر! یہاں سے چلے جاؤ۔ مجھے بڑی پریشانی ہوئی میں نے کوفہ میں ابن ادریس، محاربی اور ابی اسامہ کو یہ حالات لکھے تو محاربی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے جواب میں لکھا کہ مدینہ میں ایک کنواں تھا جس کی رسی ٹوٹ جاتی تھی ایک دن قافلہ آیا اس نے بھی یہی شکایت کی تو انہوں نے پانی کا ایک ڈول منگوا کر اس میں کلام پڑھا اور اس کو کنوئیں میں ڈال دیا فوراً کنوئیں سے آگ برآمد ہوئی جو کنوئیں کے کنارے پر آ کر بجھ گئی۔

ابوالنضر کہتے ہیں کہ میں نے بھی پانی کا ایک برتن لیا اور اس میں وہی کلام پڑھا پھر گھر کے تمام گوشوں پر چھڑک دیا، دپھر وہ چیختے ہوئے بولے کہ ابوالنضر: تو نے تو ہمیں جلا دیا، اب ہم یہاں سے جاتے ہیں۔ وہ کلام یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ الَّذِيْ لَيْسَ مِنْهُ شَيْءٌ مُمْتَنِعٌ وَبِعِزَّةِ اللّٰهِ الَّتِيْ لَا تُرَامُ وَلَا تُضَامُ وَبِسُلْطَانِ اللّٰهِ الْمَنِيْعِ نَحْتَجِبُ وَبِاَسْمَآئِهِ الْحُسْنٰى كُلِّهَا عَائِذٌ مِنَ الْاَبَالِسَةِ وَمِنْ شَرِّ شَيَاطِيْنِ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ مُعْلِنٍ اَوْمُسِرٍّ وَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ بِاللَّيْلِ وَيَكْمُنُ بِالنَّهَارِ وَيَكْمُنُ بِاللَّيْلِ وَيَخْرُجُ بِالنَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَاَ وَبَرَاَ وَمِنْ شَرِّ اِبْلِيْسَ وَجُنُوْدِهٖ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَآبَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ بِمَا اسْتَعَاذَ بِهٖ

مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَإِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ وَمِنْ شَرِّ إِبْلِيْسَ وَجُنُوْدِهٖ وَمِنْ شَرِّ مَا يَبْتَغِيْ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ① فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ② فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ③ إِنَّ إِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ④ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشٰرِقِ ⑤ إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِنِ الْكَوَاكِبِ ⑥ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ⑦ لَا يَسَّمَّعُوْنَ إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ⑧ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ⑨ إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ﴾ [الصافات: ۱۔۱۰]

اب ہم تکمیلِ فائدہ کی خاطر چند مفید فصول ذکر کرتے ہیں۔

❁ ذکر کی اقسام ❁

ذکر کی دو قسمیں ہیں:

(۱) اللہ عزوجل کے اسماء وصفات کا ذکر کرنا اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنا اور نامناسب چیزوں سے اس کی تنزیہ وتقدیس کرنا۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں:

ایک قسم یہ ہے کہ ذکر کرنے والا اس کی ثنا خوانی کرے ذکر کی یہ نوع احادیث میں مذکور ہے، جیسے سُبْحَانَ اللّٰہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وغیرہ۔

ذکر کی اس نوع میں سب سے افضل اور جامع کلمات یہ ہیں: سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ خَلْقِہٖ اور یہ الفاظ، صرف سُبْحَانَ اللّٰہِ کہنے سے زیادہ افضل ہیں۔

اور یہ الفاظ کہنا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَآءِ وَعَدَدَ مَا خَلَقَ فِی الْاَرْضِ وَعَدَدَ مَا بَیْنَھُمَا وَعَدَدَ مَا ھُوَ خَالِقٌ صرف اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنے سے زیادہ افضل ہیں۔

جیسا کہ حدیث جویریہ رضی اللہ عنہا اس پر شاہد ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ میں نے تیرے پاس سے جانے کے بعد چار کلمات تین بار پڑھے ہیں کہ اگر ان کلمات کا تمہارے پڑھے ہوئے کلمات سے وزن کیا جائے تو ان کا وزن بڑھ جائے گا جو یہ ہیں۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ [وَبِحَمْدِهٖ] عَدَدَ خَلْقِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَاءَ نَفْسِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ۔ [مسلم]

نیز سنن ابی داؤد اور ترمذی میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک عورت کے پاس گئے جس کے سامنے کھجور کی گھٹلیاں یا سنگریزے رکھے ہوئے تھے جس کو لے کر وہ تسبیح پڑھ رہی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تجھے ایسے کلمات نہ بتادوں جو اس سے زیادہ آسان بھی ہوں اور افضل بھی؟ پھر فرمایا کہ وہ یہ ہیں:

سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَاءِ وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْأَرْضِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ مِثْلُ ذٰلِكَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلُ ذٰلِكَ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مِثْلُ ذٰلِكَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ مِثْلُ ذٰلِكَ۔

دوسری قسم اللہ عزوجل کے اسماء وصفات کے احکام ذکر کرنا۔ جیسے یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ہر ہر حرکت سے واقف ہے ان کی آوازوں کو سنتا ہے اس پر کسی کا کوئی عمل مخفی نہیں ہے۔ وہ ماں باپ سے بھی زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے وہ اپنے بندے کی توبہ سے اس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی سواری گم ہونے کے بعد دستیاب ہوگئی ہو وغیرہ۔

اس نوع میں سب سے افضل ثناء وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات کی بیان فرمائی ہے یا رسول کریم علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے اور اس میں کسی طرح کی تحریف یا تبدیلی نہ کی گئی ہو۔ اس نوع کی بھی آگے تین انواع ہیں: حمد، ثناء اور مجد (بزرگی بیان

کرنا)۔

چنانچہ کلمہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ محبت و رضاء سے اس ذات کی صفات کمالیہ سے خبر دیتا ہے۔

لہٰذا خاموش رہنے والے محب کو ''حامد'' نہیں کہیں گے اور نہ ہی بغیر محبت کے ثناء خواں کو ''حامد'' کہیں گے جب تک کہ محبت اور ثناء دونوں جمع نہ ہوں۔ اگر حامد ایک چیز کو مکرر ذکر کرے تو اسے ثناء کہیں گے اور اگر اللہ تعالیٰ کی صفات جلالیہ عظمت و کبریائی اور بادشاہت کے اوصاف سے مدح ہو تو اسے مجد کہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفاتحہ میں یہ تینوں انواع جمع فرما دیئے ہیں۔

جب بندہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حَمِدَنِيْ عَبْدِيْ میرے بندے نے میری حمد بیان کی۔

پھر جب کہتا ہے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تو اللہ فرماتے ہیں کہ اَثْنٰى عَلَيَّ عَبْدِيْ میرے بندے نے میری ثناء کی۔

پھر جب بندہ کہتا ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مَجَّدَنِيْ عَبْدِيْ میرے بندے نے میری مجد و بزرگی بیان کی۔ [رواہ مسلم]

(۲) اللہ عزوجل کے اوامر و نواہی اور احکام کا ذکر کرنا۔ اس کی بھی دو انواع ہیں:

ایک یہ ہے کہ ان اوامر وغیرہ کی دوسروں کو خبر دے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم دیا ہے اس سے منع کیا ہے وہ ذات اس کام کو پسند کرتی ہے اور اس کام سے ناراض ہوتی ہے وغیرہ۔

دوسری یہ ہے کہ اوامر کے ذکر کے وقت اس پر عمل پیرا ہونے میں جلدی کرنا، اور نواہی کے ذکر کے وقت اس سے اجتناب کرنا اور دور بھاگنا یہ دونوں چیزیں الگ الگ ہیں

جب ذکر کرنے والے شخص میں ذکر کی یہ تمام انواقع جمع ہوں تو یہ افضل اور عظیم ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور احسانات کا ذکر کرنا بھی ذکر الٰہی میں داخل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کن کن مواقع پر اپنے بندوں پر اپنا انعام اور فضل فرمایا ہے یہ بھی ایک عظیم ذکر ہے۔

پس ذکر کی یہ کل پانچ انواع ہیں اور ذکر کبھی تو دل اور زبان دونوں سے ہوتا ہے اور یہ افضل ذکر ہے اور کبھی صرف دل سے ہوتا ہے اور یہ دوسرا درجہ ہے اور کبھی صرف زبان سے ہوتا ہے اور یہ تیسرا درجہ ہے۔ ان میں افضل ذکر وہ ہے جس میں زبان اور قلب دونوں موافق ہوں۔

معلوم ہوا کہ صرف قلب سے ذکر کرنا تنہا زبان سے ذکر کرنے سے افضل ہے، کیونکہ ذکر قلبی سے معرفت پیدا ہوتی ہے اور خدائے عزوجل کی محبت اور اس سے حیاء و خوف کا جذبہ ابھرتا ہے اور یہ طریقہ انسان کو مراقبہ کی طرف دعوت دیتا ہے اور نیک کاموں میں کوتاہی اور برے کاموں میں پڑنے سے بچاتا ہے، جب کہ تنہا زبان کا ذکر مذکورہ آثار وثمرات پیدا نہیں کرتا ہے اور اگر کرے بھی تو معمولی قسم کا ثمرہ حاصل ہوتا ہے۔

ذکر دعا سے افضل ہے

ذکر، دعا سے افضل ہے۔ اس لیے کہ ذکر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات جمالیہ و اسماء سے تعریف کرنا اور دعا کہتے ہیں کہ بندہ رب تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرے، ظاہر ہے دونوں میں بڑا فرق ہے۔

اسی لیے ایک حدیث مبارک میں آیا ہے کہ ''جس شخص کو میرا ذکر مجھ سے مانگنے سے مشغول رکھے میں اس کو مانگنے والوں سے زیادہ افضل عطا کروں گا۔'' یہی وجہ ہے کہ دعا میں یہ امر مستحب ہے کہ دعا کرنے والا اپنی حاجت سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے اور حضور ﷺ پر درود شریف پڑھے پھر اپنی حاجت کا سوال کرے۔ جیسا کہ حدیث فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دعا کرتے ہوئے سنا کہ اس نے نہ تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور نہ آنحضور ﷺ پر درود شریف پڑھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے جلد بازی کی ہے۔ پھر اس کو بلا کر فرمایا کہ جب کوئی شخص دعا کرے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے پھر حضور ﷺ پر درود شریف پڑھے اس کے بعد جو چاہے دعا کرے۔ [ترمذی، احمد]

ذی النون علیہ السلام کی دُعا کا بھی یہی حال ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا کہ جو پریشان حال اس دعا کو پڑھے اس کی پریشانی دور ہوگی۔ یعنی یہ آیت کریمہ:

﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [الانبیاء: ۸۷]

نیز جامع ترمذی میں ہے کہ ''میرے بھائی ذی النون علیہ السلام نے شکم ماہی میں یہ دعا پڑھی تھی:

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ جو مسلمان بھی اس کے ذریعہ دعا کرے اس کی دعا ضرور قبول ہوگی۔[ترمذی]

علاوہ ازیں نبوی ﷺ دعائیں بھی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مصیبت زدہ شخص کے لیے یہ دعا ہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ۔

[بخاری]

نیز اہل سنن اور امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حدیث بریدہ الاسلمی رضی اللہ عنہ نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو یوں دعا کرتے ہوئے سنا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ بِاَنِّيْ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس شخص نے اللہ تعالیٰ سے اس کے ''اسم اعظم'' کے ذریعہ دعا مانگی ہے جس کے ساتھ اگر دعا کی جائے تو قبول ہوتی ہے اور اگر سوال کیا جائے تو عطا ہوتا ہے۔[ترمذی]

ذکر کو قبولیت دعا میں بڑا دخل ہے

امام ابوداؤد رحمہ اللہ اور امام نسائی رحمہ اللہ نے حدیث انس رضی اللہ عنہ نقل کی ہے کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی نماز سے فارغ ہو کر یوں دعا

کرنے لگا:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ﴾

تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کے ساتھ دعا مانگی ہے کہ جب اس کے ساتھ دعا کی جائے تو قبول ہوتی ہے اور کچھ مانگا جائے تو عطا ہوتا ہے۔'' [ترمذی، ابوداؤد]

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جب دعا سے قبل اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی جائے تو وہ دعا ضرور قبول ہوتی ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کا ''اسم اعظم'' ہے، اللہ کے ذکر و ثناء سے حاجات کی تکمیل ہوتی ہے، ذکر اللہ کا یہ بھی ایک بڑا فائدہ ہے کہ اس سے دعا مستجاب ہوجاتی ہے، بندہ اگر اپنی حاجت پیش کرنے سے قبل اللہ عزوجل کا ذکر اور اس کی خوب حمد وثناء بھی بیان کرے اور اس کے ساتھ اپنی مسکنت، فقیری، عاجزی، اور اپنے گناہوں کا اعتراف بھی کرے تو پھر دعا کی قبولیت میں کوئی شک نہیں رہ جاتا ہے اور ایسی دعا مستجاب ہونے کے علاوہ افضل بھی ہے، کیوں کہ دعا میں جب سائل اور مسئول دونوں کے اوصاف بدرجۂ اتم موجود ہوں تو وہ دعا یقینی طور پر قبول ہوتی ہے اور مشاہدہ اس کی دلیل ہے کہ جب کوئی شخص اپنے مسئول کے جود و کرم اور احسان و انعام کے اوصاف ذکر کرتا ہے اور اپنی فقیری، مسکنت اور عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی حاجت پیش کرتا ہے تو مسئول کا دل نرم ہو جاتا ہے اور حاجت روائی کی اُمید پیدا ہو جاتی ہے۔ جب اس سے یوں کہتا ہے کہ آپ کے جود و سخاء کا ڈنکا تو پورے عالم میں بج رہا ہے اور آپ کے فیض سے ہر کوئی مستفید ہو رہا ہے جیسے آفتاب کی روشنی سے ہر شخص مستفید ہوتا ہے۔ میں بھی

ایک ضرورت مند ہوں میری ضرورت بھی پوری فرما دیجیے تو یہ انداز حاجت روائی میں بڑا مؤثر ہوگا۔ لیکن اگر ابتداء ہی میں یوں کہلائے کہ مجھے یہ چیزیں دے دیں میری حاجت پوری فرمادیں تو یہ طریقہ اتنا موثر نہ ہوگا۔

اب آپ غور کریں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا میں:

رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ۔[القصص:۲٤]

نیز حضرت یونس علیہ السلام کی اس دعا میں غور کیجیے:

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۔[الانبیاء:۸۷]

نیز ابوالانبیاء حضرت آدم علیہ السلام کی اس دعا میں غور کریں:

رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔[الاعراف:۲۳]

صحیحین میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی دعا تعلیم فرمادیں جو میں اپنی نماز میں پڑھا کروں، آپ نے فرمایا کہ یہ کہو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِیْرًا وَّاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّاۤ اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۔ [بخاری]

غور کیجیے! اس دعا میں دونوں چیزیں موجود ہیں، بندہ کی طرف سے اپنی حالتِ کذائیہ کا اعتراف بھی ہے اور اللہ عزوجل سے اس کے فضل واحسان کے ساتھ توسّل بھی ہے کہ تیری ذات ہی گناہوں کو معاف کرنے والی ہے اس کے بعد اپنی حاجت کا اظہار کیا گیا ہے، دعا کا یہی ادب ہے اور عبودیت کا بھی یہی تقاضا ہے۔

قرآن کی تلاوت کرنا ذکر سے افضل ہے

قرآن مجید کی تلاوت کرنا ذکر کرنے سے افضل ہے اور ذکر کرنا دعا سے افضل ہے اور یہ بات اس اعتبار سے ہے کہ جب ہر ایک تنہا تنہا ہو۔ کیوں کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مفضول چیز فاضل سے درجہ میں بڑھ جاتی ہے، جیسے رکوع اور سجدہ کی حالت میں تسبیح کرنا، کیونکہ ان حالات میں تسبیح کرنا قرآن کی تلاوت کرنے سے افضل ہے۔ بلکہ ان حالتوں میں قرآن کی تلاوت ممنوع اور مکروہ تحریمی ہے، اسی طرح اپنے اپنے مواقع میں تسمیع اور تحمید کرنا قرآن پڑھنے سے افضل ہے، اسی طرح تشہد پڑھنا اور دو سجدوں کے درمیان رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَ عَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ پڑھنا تلاوت قرآن سے افضل ہے۔ اسی طرح نماز کا سلام پھیرنے کے بعد تسبیح و تہلیل اور تکبیر و تحمید میں مشغول ہونا تلاوت میں مشغول ہونے سے افضل ہے۔ اسی طرح موذن کی اذان کا جواب دینا اور اس کی طرح اذان کے کلمات دہرانا تلاوتِ قرآن سے افضل ہے۔ اگرچہ قرآن کی فضیلت ایسی ہے جیسے خود اللہ تعالیٰ کی اس کی مخلوق پر فضیلت ہے، لیکن ہر موقع ومحل کے مناسب کلام مختلف ہوتا ہے، ورنہ مطلوبہ مصلحت اور حکمت حاصل نہ ہوگی۔ اسی طرح وہ اذکار جو مخصوص حالت کے ساتھ خاص ہیں وہ مطلق قراءت سے افضل ہیں اور مطلق قرات مطلق اذکار سے افضل ہے، کیوں کہ یہ ممکن ہے کہ کسی وقت ذکر یا دعا بندے کے لیے تلاوت قرآن سے زیادہ نافع ہو جائے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ وہ اپنے جرائم اور

گناہوں کو سوچے اور اس کے نتیجہ میں اس کے اندر توبہ و استغفار کا جذبہ ابھر آئے یا شیاطین انس و جن کی اذیت کا اندیشہ رکھتا ہو اور ان اذکار و ادعیہ کی طرف رجوع کرے جن سے وہ ان کی اذیت سے محفوظ ہو جائے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان کو کوئی حاجت شدیدہ پیش آتی ہے جب وہ دعا و سوال کو چھوڑ کر ذکر یا تلاوت میں لگتا ہے تو اسے خاطر جمعی حاصل نہیں ہوتی لیکن جب اس حاجت کا سوال یا اس کی دعا میں لگتا ہے تو اس کا قلب پوری طرح اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے جس سے اس کے اندر خشوع و خضوع کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، اب اس کے لیے دعا میں مشغولیت اور اس کی یہ حالت زیادہ نافع ہے، اگرچہ تلاوت اور ذکر، اجر و ثواب کے اعتبار سے اس سے افضل و اعظم ہے۔

کتاب کا یہ باب انتہائی نافع ہے جس میں نفس کی حقیقت اور شے کی حقیقی اور عارضی فضیلت کے درمیان فرق کو واضح کیا گیا ہے لہٰذا ہر حق دار کو اس کا حق دینا چاہیے اور ہر چیز کو اس کے موقع و محل میں رکھنا چاہیے۔

ہر چیز کو اس کے موقع و محل میں رکھنا چاہیے

انسانی اعضاء میں غور کر لیں کہ آنکھ کا ایک محل ہے پاؤں کا ایک محل ہے، پانی کا ایک مقام ہے اور گوشت کا ایک محل ہے اور فرقِ مراتب کا خیال رکھنا ہی حکمت کی تمامیت و تکمیل ہے جو امر و نہی کا اصل نظام ہے، جیسے ایک وقت میں صابن اور اشنان (بوٹی) کپڑوں کی دھلائی کے لیے نافع ہے اور ایک وقت میں کپڑوں کے لیے دھونی دینا اور عرقِ گلاب زیادہ نافع ہوتا ہے۔

میں نے ایک دن شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ بعض اہل علم یہ سوال کرتے ہیں کہ بندے کے لیے تسبیح و استغفار میں سے کون سا زیادہ نافع ہے؟

فرمایا کہ جب کپڑا صاف ہو تو اس کے لیے عرق گلاب اور دھونی دینا زیادہ مفید ہوتا ہے اور اگر میلا ہو تو اس وقت صابن اور گرم پانی اس کے لیے زیادہ مفید ہوتا ہے۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ بھلا یہ کیسے ممکن ہے! کپڑے تو برابر گندے اور میلے ہوتے رہتے ہیں۔

سورۃ الاخلاص کو جو تہائی قرآن کے برابر فرمایا گیا ہے وہ بھی اس قبیل سے ہے حالانکہ وہ آیات میراث، طلاق، خلع اور عدت وغیرہ کے قائم مقام نہیں ہو سکتی بلکہ یہ آیات اپنے موقع اور حاجت کے وقت سورۃ الاخلاص کی تلاوت سے زیادہ نافع ہیں۔

چونکہ نماز، تلاوت، ذکر اور دُعاء پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بدرجۂ اتم عبودیت کے عناصر کو جامع ہے اس لیے وہ تنہا ذکر دعا اور تلاوت سے افضل ہوگی۔

الحمد للہ ''الوابل الصیب من الکلم الطیب'' کے حصہ ذکر کا اردو ترجمہ بتاریخ ۲۸ صفر المظفر ۱۴۲۶ھ/ ۸ اپریل ۲۰۰۵ء کو مکمل ہوا۔

طالب دعا!

ابوالحسان خالد محمود

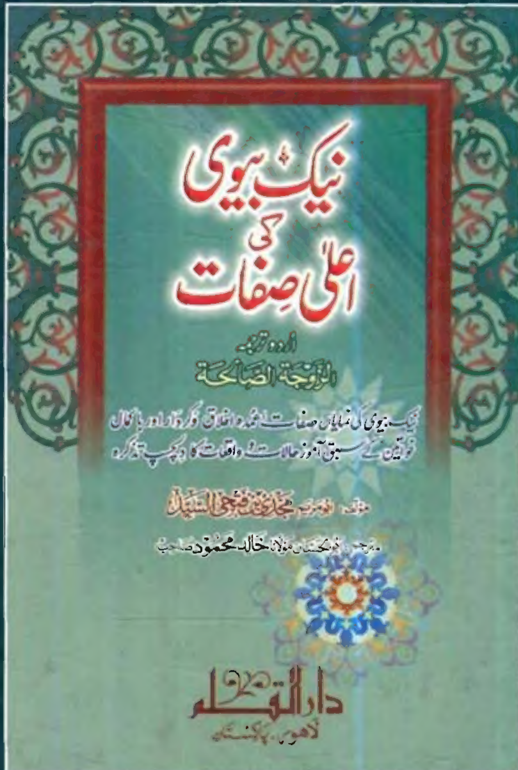
☆ مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور

☆ نائب الرئیس لجنۃ المصنفین لاہور

دار القلم کی درسی اور اصلاحی مطبوعات

تحفہ آداب (طلباء وطالبات کی علمی اور اخلاقی رہنمائی کے لئے)	علامہ زرنوجی
تحفہ وظائف (طلباء وطالبات کی تعلیمی کامیابی کے لئے)	مولانا سید ممتاز احمد شاہ
زبان کی تباہ کاریاں اور ان سے بچنے کے طریقے	ڈاکٹر ظفیر احمد
بدنظری کی خرابیاں اور ان سے بچنے کی تدابیر	مولانا فیروز الدین شاہ صاحب
اللہ کا ذکر (فضائل، فوائد، برکات، ثمرات)	ابن القیم الجوزیہ
مسلم خواتین کے لئے تحفہ نماز	مولانا سید ممتاز احمد شاہ
گناہوں کے عذاب	علامہ ابو اللیث سمرقندی
اسلام کا نظام حقوق	مفسر کبیر قاضی ثناء اللہ پانی پتی
تربیت اخلاق	حجۃ الاسلام امام غزالی
وظیفہ خوشحالی	مولانا سید ممتاز احمد شاہ
عزیز النحو	مولانا خالد محمود صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور
تحفہ اخلاق	عالم ربانی شیخ اکبر محی الدین ابن العربی
روح نماز	علامہ ابن رجب
انوارات	مولانا سید ابو الحسن ندوی

دار القلم
لاہور۔ پاکستان



دارالقلم
93- علی بلاک اعوان ٹاؤن ملتان روڈ لاہور موبائل 0333-4248644